itsurdu.blogspot.com

عظیم بازی .... محمد عثمان احمد

اس شخص نے اپنی دوربین کے ذریعے سمندر میں جو کچھ دیکھا، وہ اس کا وہم نہیں تھا اور نہ ہی دھندلائے ہوئے موسم نے اس کی آنکھوں کے سامنے کسی قسم کا خاکہ ترتیب دیا تھا۔ اس نے جو کچھ بھی دیکھا، وہ حقیقت تھا۔ دوربین والے شخص کے برابر میں ایک اور شخص بھی کھڑا تھا جو دوربین والے کی طرف پر ستائش نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ اب دوربین والے کا کام شروع ہو جائے گا۔ وہ کام جس میں ہر لمحے زندگی کے چھن جانے کا اندیشہ لاحق رہتا تھا۔ دوربین والا اتنی بے نیازی اور لاپروائی کے ساتھ یہ کام انجام دیا کرتا جیسے یہ کوئی بچوں کا کھیل ہو۔ وہ اس خطرناک کام کے وقت بھی اپنے لطیفوں اور شگفتہ باتوں سے دوسروں کو ہنساتا رہتا تھا۔

اس شخص نے اپنی دوربین بند کر کے جیب میں رکھ لی اور بستی کی جانب چل پڑا۔ دوسرا شخص بھی اس کے ساتھ تھا۔ بستی کے لوگ دوربین والے کو دیکھ کر خوش دلی سے ہاتھ ہلانے لگے اور وہ ان کو جواب دیتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔ اس کا ذہن اس پیغام کی طرف لگا ہوا تھا، جسے وہ فوراً ہی اپنے مرکز کی طرف روانہ کرنا چاہتا تھا۔ اس شخص کو اپنی زندگی کی بے وقعتی کا اچھی طرح اندازہ تھا۔ اس نے ایسے ہی کاموں میں ہزاروں آدمیوں کو دردناک موت مرتے دیکھا تھا۔ جنگ کے دنوں میں جب دشمن مادرِ وطن پر قبضہ کر لیں تو اپنی زندگی سے زیادہ وطن کا تحفظ عزیز ہو جاتا ہے۔

اس شخص نے دفتر پہنچ کر جلدی جلدی کاغذ کے ایک ٹکڑے پر کچھ لکھا اور ساتھ آئے ہوئے آدمی کو دفتر میں بٹھا کر باہر آ گیا۔ سامنے فٹ پاتھ پر ڈرائیور کی وردی اور ہیٹ پہنے ہوئے ایک شخص کھڑا تھا۔ دوربین والے نے وہ کاغذ ہوشیاری کے ساتھ اس ڈرائیور تک پہنچا دیا۔ کاغذ کا ٹکڑا ملتے ہی ڈرائیور ایک طرف چل پڑا۔ دوربین والا جب اپنے دفتر واپس پہنچا تو اس کا ساتھی مشروبات سے الجھا ہوا تھا جب کہ بس بستی سے باہر نکل کر تیزی سے ایک طرف جانے لگی تھی۔ بس ڈرائیور نے اس

پیغام کو پڑھا نہیں تھا۔ پیغام پڑھنا اس کے فرض میں شامل نہیں تھا۔ اس کا کام پیغام کو ایک خاص جگہ پہنچا دینا تھا۔

پیغام کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانے کا ایک جال بنا ہوا تھا۔ یہ کام اتنی خوبی کے ساتھ ہوتا تھا کہ جرمنوں کی تمام تر کوششیں ناکام رہ جاتی تھیں۔ ہزار تلاشی کے باوجود انہیں اب تک بھیجے جانے والا ایک پیغام بھی نہ مل سکا تھا۔ بس کے مسافروں کی بھی تلاشی لی جاتی لیکن جب ان کے پاس سے کچھ بھی برآمد نہیں ہوتا تو وہ جھنجلا کر بس کو آگے بڑھانے کا اشارہ کرتے۔

ڈرائیور کے بعد وہ پیغام ایک دکاندار کو منتقل ہو جاتا اور دکاندار اسے ایک معصوم صورت لڑکی کے حوالے کر دیا کرتا، جو ملنے والے پیغام کو اپنے لباس میں چھپا لیا کرتی۔ اس طرح وہ پیغام بہ حفاظت سرحد عبور کر جاتا تھا۔ سرحد پر بھی تلاشی لی جاتی تھی لیکن لڑکی کی معصوم صورت، اس کی پردہ پوشی کر دیا کرتی۔ ضروری کاغذات کی دیکھ بھال کے بعد اسے آگے جانے کی اجازت مل جاتی۔

لڑکی کے بعد وہ پیغام مزید دو آدمیوں کو ملا کرتا۔ دراصل پیغامات کی آخری منزل یہی ہوتی تھی۔ یہاں وہ نوجوان اس خفیہ پیغام کو حل کیا کرتے تھے اور اس کام میں ان کے انہماک کا یہ عالم ہوتا تھا، انہیں اس بات کی بھی پروا نہیں ہوتی تھی کہ فارم کے ارد گرد جرمن فوجی خفیہ ٹرانسمیٹر کا سراغ لگانے کے لیے پاگلوں کی طرح گھومتے پھر رہے ہوتے تھے۔

آج بھی وہ پیغام ملتے ہی ایک آدمی نے اسے حل کرنا شروع کر دیا جب کہ ٹام نامی دوسرے نوجوان نے الماری سے ایک سوٹ کیس نکالا اور اس میں سے ایک چھوٹا سا پیچیدہ سا ٹرانسمیٹر نکال کر میز پر رکھ دیا۔ جیسے ہی دوسرے شخص نے آئے ہوئے پیغام کو حل کر لیا...... اس نے فوراً ہی وہ پیغام اتحادیوں کے مرکز لندن تک پہنچا

دیا۔ اب اسے لندن سے ملنے والے جواب کا انتظار تھا۔ اس دوران ٹام اپنا پستول نکال کر سیڑھیوں کے پاس آ گیا تا کہ کسی کی آمد کے پیش نظر وہ اپنے ہتھیار کا استعمال کر سکے۔ وہ لڑکی اس دوران، مکان کی نچلی منزل کے ایک کمرے میں سہمی ہوئی بیٹھی تھی۔

اس خاموشی میں ٹرانسمیٹر پر ابھرنے والے مورس کوڈ کی ٹک ٹک ایسی محسوس ہو رہی تھی جیسے جنگ کے میدان میں بمباری ہو رہی ہو۔ ان کے اعصاب تناؤ کا شکار ہو گئے تھے۔ ٹام نے پستول کے ٹریگر پر اپنی انگلیوں کی گرفت سخت کر لی۔ اچانک ٹرانسمیٹر کی ٹک ٹک ختم ہو گئی۔ اوپر کمرے میں بیٹھے ہوئے شخص نے پیغام لندن روانہ کر دیا اور اس نے لندن سے جواب بھی حاصل کر لیا۔

بھیجے جانے والے پیغام میں یہ کہا گیا تھا کہ جرمنوں کا ایک جنگی جہاز تین دوسرے تباہ کن جہازوں کے ساتھ، مغرب کی طرف بڑھ رہا ہے۔ جب کہ لندن سے یہ ہدایت کی گئی تھی کہ ہر ایک گھنٹے کے بعد خفیہ پیغام کے ذریعے لندن والوں کو تازہ ترین حالات سے باخبر کرتے رہیں۔

جواب ملنے کے بعد ٹرانسمیٹر پر بیٹھے ہوئے شخص نے اطمینان کی ایک گہری سانس لی۔ ماتھے سے پسینہ پونچھا اور مسکرا کر ٹام کی طرف دیکھا، جو اس دوران دروازے پر کھڑا تھا۔ دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر مسکرا دیے۔ پچھلے ایک گھنٹے سے وہ دونوں خوف اور دہشت کی سولی پر لٹکے ہوئے تھے۔ ہو سکتا تھا کہ لندن والوں کو یہ احساس بھی نہ ہو کہ ایک دور افتادہ مقام پر واقع ایک فارم ہاؤس میں دو نوجوان، اتحادیوں کے لیے کتنے بڑے خطرے کو مول لے رہے ہیں۔ انہوں نے کس طرح اپنی زندگی کو داؤ پر لگا رکھا ہے۔

ان کا یہ خفیہ پیغام بہت اہم تھا اور اسی پیغام کی بدولت برطانیہ، جرمنوں کی بحری قوت کو آگے بڑھنے سے روکنے میں کامیاب ہو سکتا تھا۔ یہ لوگ اس سے پہلے بھی کئی

خفیہ پیغامات برطانیہ روانہ کر چکے تھے اور ان کا ہر پیغام برطانیہ اور اس کے اتحادیوں کے لیے مفید ثابت ہوا تھا۔ یہ کام جان جوکھوں کا تھا۔ ہر لمحے جرمن فوجیوں اور اس کی تنظیم گسٹاپو سے پکڑے جانے کا خطرہ لاحق رہتا لیکن وہ پیشہ ورانہ مہارت کے ساتھ ابھی تک خفیہ پیغام رسانی کے اس شعبے کو انتہائی کامیابی سے چلا رہے تھے۔ پیغامات میں ٹام کا خفیہ نام گن والڈ استعمال کیا جاتا جب کہ دوسرے شخص کو مرے کہا جاتا تھا۔

وہ دونوں ناروے کے جس علاقے میں تھے، وہاں جرمنوں نے قبضہ کر رکھا تھا۔ جرمنوں نے کرمز نام کے ایک سخت گیر انسان کو اس علاقے کا مختار کل بنا کر بھیج دیا تھا۔ کرمز نے اپنی زندگی کا صرف ایک مؤقف متعین کر رکھا تھا اور وہ تھا جرمنوں کی برتری۔ وہ جرمنوں کی اس برتری کو منوانے کے لیے بعض اوقات بستی والوں کو ایسی سزائیں دیا کرتا کہ دیکھنے والوں کے دل اچھل کر حلق میں آ جائیں۔ اس کی وجہ سے پورے علاقے پر خوف و دہشت کی فضا قائم تھی۔ وہ دونوں، خوف و دہشت کی اس فضا میں اپنے وطن کے لیے جاسوسی کر رہے تھے، جب کہ انہیں معلوم تھا کہ جرمنی فوجی بھوکے بھیڑیوں کی طرح ان کی تلاش میں رہتے ہیں۔

☆☆

وہ رات انتہائی سرد تھی۔ شدید برف باری کے ساتھ ساتھ تیز ہوائیں چلنے لگی تھیں۔ جس کی وجہ سے جورڈ کی گلیاں اور سڑکیں شام ہوتے ہی سنسان ہو گئی تھیں۔ اس سناٹے میں کبھی کبھی کوئی جرمن ٹرک گزر جاتا اور اس کی آواز کچھ دیر قائم رہتی۔ اس کے بعد پھر تیز ہواؤں کے جھکڑ کی آوازیں سنائی دینے لگتیں۔ مکانوں کے دریچوں پر گہرے گہرے پردے پڑے ہوئے تھے، جن کی وجہ سے اندر کی روشنیاں باہر نہیں آ رہی تھیں اور دیواروں پر چپکے ہوئے وہ بڑے بڑے پوسٹرز بھی واضح طور پر دکھائی نہیں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اس شدید اندھیرے موسم میں دو آدمی برف سے ڈھکے ہوئے راستوں پر مضبوطی سے قدم بڑھاتے ہوئے ایک مقامی ہوٹل کی طرف جا رہے تھے۔ ان میں سے ایک سنیڈ تھا، جو جرمنوں کے قبضے سے پہلے ایک اخبار نکالا کرتا تھا اور دوسرا ناجا۔ جو، جو بورڈ میں ایک دکان چلایا کرتا۔ ان دونوں کو رات کے وقت ہوٹل میں ایک برطانوی جاسوس سے ملاقات کرنی تھی۔ یہ جاسوس ایک برطانوی آبدوز کے ذریعے اس علاقے تک پہنچایا گیا تھا۔

ان کی گفتگو بہت طویل رہی۔ اس دوران انہوں نے اس بات کا خیال رکھا کہ ان کی آوازیں سرگوشیوں سے زیادہ نہ ہوں کیوں کہ عین ممکن تھا کہ برابر والے کمرے میں کوئی شخص دیواروں سے کان لگائے ان کی گفتگو سننے کی کوشش کر رہا ہو۔ جرمنوں کے آنے کے بعد سے اس علاقے کے حالات ہی ایسے ہو گئے تھے۔

گفتگو کے بعد ان تینوں نے ناروے کے اس حصے میں جرمنوں کے خلاف زیرزمین تحریک چلانے کا پورا منصوبہ تیار کر لیا تھا۔ انہیں امید تھی کہ اس کام میں اور بھی بہت سے لوگ ان کے ساتھ شامل ہوتے چلے جائیں گے۔ سنیڈ کو جاسوسی کے لیے درمیانی رابطے کا کام انجام دینا تھا۔ اس کا، اپنی مدد کے لیے کچھ اور لوگوں کو بھی شامل کرنے کا ارادہ تھا۔ سنیڈ کا کام یہ تھا کہ وہ معلومات حاصل کرنے کے بعد ناجا کی دکان تک پہنچا دے۔ ناجا کی دکان اس سلسلے میں پوسٹ آفس کے طور پر استعمال کی جاتی تھی۔ جہاں سے معلومات کو آگے بڑھا دیا جاتا اور وہ اطلاعات، خفیہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے لندن بھیج دی جاتیں۔

اب سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ خفیہ ٹرانسمیٹر کہاں سے لایا جائے؟ ایسا کون شخص ہو، جو خفیہ کوڈ ورڈ کے ذریعے پیغامات کو روانہ بھی کر سکے اور موصول بھی کر لے۔ سنیڈ کے ذہن میں ٹام کا نام آیا۔ وہ ٹام کو اس وقت سے جانتا تھا جب وہ ایک بچہ تھا اور اسی زمانے سے ہی وائرلیس اور ٹرانسمیٹر وغیرہ میں دلچسپی لیا کرتا تھا۔ سنیڈ کو یہ بھی معلوم تھا کہ ٹام نے اپنے گھر ہی میں ایک ٹرانسمیٹر بھی بنا رکھا تھا۔ جس سے وہ تفریح وغیرہ کیا کرتا تھا۔ اس کا گھر ہیل کے فارم میں واقع تھا۔ ہیل

ایک ایسی جگہ تھی جو دور افتادہ ہونے کی وجہ سے جرمنوں کی زیادہ نگرانی میں نہیں تھی۔ وہاں سے اتحادیوں کو خفیہ پیغامات بڑی آسانی کے ساتھ بھیجے جا سکتے تھے۔

میٹنگ کے دوسرے دن انہوں نے حب الوطن لوگوں کو زیرزمین تحریک کے لیے جمع کرنا شروع کر دیا۔ ان کا ساتھ دینے کے لیے پرجوش نوجوانوں کی اچھی خاصی تعداد بھی شامل ہو گئی تھی۔ ان لوگوں کے ذمے یہ کام لگایا گیا تھا کہ جرمنوں کی نقل و حرکت پر نگاہ رکھیں۔ بحری راستوں کی دیکھ بھال کریں۔ یہ دیکھتے رہیں کہ جرمنوں نے کہاں کہاں پر ہتھیار جمع کیے ہیں۔ گشتاپو کیا کرتی پھر رہی ہے؟ ان کاموں میں خطرات پوشیدہ تھے لیکن ان نوجوانوں نے پروا نہیں کی۔ کچھ لوگوں کی بنائی ہوئی یہ تحریک، ناروے کی سب سے مضبوط تحریک تھی۔

☆☆

ہیل تک جانے کے لیے صرف ایک تنگ سڑک تھی۔ اس سڑک کے دونوں طرف اونچے اونچے گھنے درخت تھے۔ ناجا نے جب اپنا سفر شروع کیا، اس وقت اندھیرا پھیل چکا تھا، بادلوں نے اس اندھیرے کو اور بھی دبیز بنا دیا تھا۔ دشمنوں کی نگاہوں سے محفوظ رہتے ہوئے ہیل تک جانے کا یہ وقت بہت مناسب تھا۔ ناجا سڑک سے ہٹ کر چلتا رہا تاکہ آتی جرمن گشتی گاڑیوں سے محفوظ رہ سکے۔

ناجا جس وقت ٹام کے گھر پہنچا تو وہ دروازے پر کھڑا تھا۔ اس نے اپنے گھر کی طرف آتے ناجا کو پہچان لیا تھا اور اسے اس بات پر حیرت تھی کہ ناجا اتنی رات گئے اس کے پاس کیوں آیا تھا؟ بہرحال اس نے آگے بڑھ کر ناجا کا استقبال کیا اور اسے اپنے ساتھ گھر کے اندر لے آیا۔ ناجا نے اس سے کسی کی موجودگی کے بارے میں دریافت کیا لیکن اس گھر میں سوائے ٹام کے اور کوئی بھی نہیں تھا۔ مزید احتیاط کے طور پر ناجا نے گھر کے سارے کمرے دیکھ ڈالے۔ دروازہ اور کھڑکیوں کو اچھی طرح

بند کر کے ان پر پردے گرا دیے پھر اپنے پیٹ پر بندھا ہوا ٹرانسمیٹر کھول کر میز پر رکھ دیا۔ ٹرانسمیٹر دیکھ کر ٹام کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ ناجا کے خیال میں اس کی وجہ یہ تھی کہ ٹام نے اتنا خوبصورت ٹرانسمیٹر پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا لیکن ٹام کی آنکھیں اس لیے چمک رہی تھیں کہ بالآخر اسے بھی زیرزمین تحریک میں شریک کر لیا گیا تھا۔ ورنہ اس جیسا ٹرانسمیٹر وہ خود بھی بنا چکا تھا۔ پھر ناجا نے اس سے دریافت کیا کہ وہ حب الوطنوں کے گروہ میں شامل ہونے کے لیے تیار ہے؟ اور ٹام نے بڑی گرم جوشی کے ساتھ اپنا سر ہلا دیا تو ناجا نے اپنی کمر کے گرد بندھا ہوا ایک بڑا سا تختہ نکال کر ٹام کے حوالے کر دیا۔ اس نے بتایا کہ یہی تختہ لے کر ونڈسر نامی ایک آدمی آئے گا اور وہ آدمی اسی گھر میں قیام کرے گا۔

ناجا کے کہنے کے مطابق ونڈسر نامی آدمی دوسرے ہی دن آ گیا تھا۔ وہ نشانی کے طور پر وہی تختہ اپنے ساتھ لیتا آیا تھا۔ ٹام نے اسے گھر میں ایک کمرہ دے دیا۔ ونڈسر نے ایک کمرے میں اس ٹرانسمیٹر کو نصب کیا اور کچھ دیر کی کوشش کے بعد اس گھر کا لندن سے رابطہ قائم ہو چکا تھا۔

ٹام اور ونڈسر نے ایک دوسرے کو ذہنی طور پر قبول کر لیا تھا۔ ٹام نے محسوس کر لیا کہ ونڈسر ایک ایسا آدمی ہے جس کے ساتھ مل کر کام کیا جا سکتا ہے۔ دوسری طرف ونڈسر نے بھی یہ سمجھ لیا تھا کہ ٹام آگے چل کر تحریک کے لیے بہت مفید ثابت ہو سکتا ہے اسے الیکٹرانک کے کاموں میں ٹام کی دلچسپی نے بھی متاثر کیا تھا۔ اس نے ٹام کو ٹیلی گرافی کی تربیت دینی بھی شروع کر دی۔ بہت سے معاملات میں وہ دونوں اگرچہ مختلف تھے لیکن اس بڑے موقع کے لیے ان کے درمیان ہم آہنگی پیدا ہو گئی تھی۔ ان دونوں کی ذمہ داری سب سے زیادہ اہم تھی۔ یہ درست تھا کہ دوسرے لوگ اپنی جان خطرے میں ڈال کر صحیح اطلاعات حاصل کر لیا کرتے تھے لیکن ان دونوں کی اہمیت اس لیے زیادہ تھی کہ یہ ان اطلاعات کو بروقت آگے روانہ کر دیا کرتے تھے۔

رفتہ رفتہ محب وطن لوگوں کے لیے ٹام کا وہ فارم ہاؤس اہمیت اختیار کرتا چلا گیا۔ پورے ملک سے حاصل کی ہوئی اطلاعات کو یہاں سے لندن بھیجا جاتا تھا اور وہاں سے جو ہدایات موصول ہوتیں وہ پورے ملک کے محب وطن لوگوں میں پھیلا دی جاتیں۔ وہ فارم ہاؤس ایک مرکز بن گیا تھا جس کے چاروں طرف جاسوسی کے جال پھیلا دیے گئے تھے۔

اس جال کو پھیلانے میں ایک اہم کردار صوفی نے بھی ادا کیا تھا۔ وہ ایک معصوم، خوب صورت سی لڑکی تھی، جو ایک دکان پر کام کرتی اور ٹام سے محبت کرتی تھی۔ صوفی ہفتے میں کئی بار ٹام کے فارم ہاؤس کی طرف چلی جایا کرتی۔ جہاں وہ اور ٹام مل کر خوشگوار مستقبل کے منصوبے بناتے رہتے۔ اسی دوران ان کے ملک کو جنگی تباہ کاریوں نے گھیر لیا۔ ان کے ملک پر جرمن قابض ہو گئے اور ان کا خوشگوار مستقبل دھندلکوں میں گم ہو گیا۔ تاہم ان دونوں کی ملاقاتیں جاری رہیں۔ اب ہر ملاقات پر جنگ کی ہولناک کہانیاں سنائی جاتیں اور مرنے والوں کو یاد کر کے، ان کے تذکرے کیے جاتے۔ ان دونوں کے دلوں میں اپنے ملک کے لیے کچھ کر گزرنے کا آتش فشاں دہک رہا تھا لیکن اس آتش فشاں کو پھٹ پڑنے کا کوئی راستہ نہیں مل رہا تھا۔ ایک دن صوفی نے ٹام کے گھر میں ایک اجنبی کو دیکھا۔ ٹام نے صوفی سے اس کا تعارف کرایا۔ وہ ونڈسر تھا۔ ان دونوں نے جب صوفی کو یہ بتایا کہ وہ لوگ اپنے ملک کے لیے کیا کر رہے ہیں تو اس کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ وہ خود بھی اپنے وطن کے لیے اسی قسم کا کوئی کام کرنا چاہتی تھی۔ طے پایا کہ صوفی ناجا کی دکان سے پیغام لے کر ان دونوں کو پہنچایا کرے گی۔ وہ ایسی لڑکی تھی جس پر بہت کم شک کیا جا سکتا تھا۔ وہ ناجا کی دکان پر کام کرتی تھی۔ اسی لیے ناجا کی دکان میں اس کا آنا جانا کوئی غیر معمولی بات نہیں تھی۔ دوسری طرف ٹام سے اس کے تعلقات کا لوگوں کو علم تھا۔ اس لیے ٹام کی طرف جانا بھی کوئی حیرت کی بات نہیں تھی اور نہ ہی کسی قسم کا شک کیا جا سکتا تھا۔ اس طرح صوفی کی شمولیت کے بعد خفیہ پیغام رسانی کا یہ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

دائرہ مکمل ہو گیا تھا۔

☆☆

مقبوضہ علاقوں میں گستاپو نے بڑی مضبوطی کے ساتھ اپنے قدم جما لیے تھے۔ ان علاقوں میں اس کے ایجنٹ اور جاسوس چاروں طرف پھیلے ہوئے تھے۔ جاسوسی کا جال ہر طرف پھیلا دیا گیا تھا۔ ان لوگوں کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا تھا، جو ڈر یا لالچ کی وجہ سے جرمنوں کے لیے اپنے ہی ہم وطنوں کے خلاف کام کر رہے تھے۔

ٹام اور اس کے ساتھیوں کو یہ معلوم تھا کہ جرمنوں نے بھی چاروں طرف خفیہ پیغام رسانی اور وائرلیس کے جال بن دیے ہیں لیکن ان پیغامات کو حاصل کرنے کا ان کے پاس کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ وہ لوگ اندھیروں میں جنگ لڑ رہے تھے۔ انہیں یقین صرف اس بات کا تھا کہ اپنے وطن کے لیے جان گنوا دینا بھی بہت بڑی عبادت ہے۔ انہیں معلوم تھا کہ جس دن بھی جرمنوں نے ان کے خفیہ ٹرانسمیٹر کا سراغ لگا لیا، وہی دن ان کی زندگی کا آخری دن ہو گا۔ اسی لیے ٹام کی زیرِ زمین تحریک سے تعلق رکھنے والا ہر شخص اپنی جیب میں زہریلا کیپسول لیے پھرتا تاکہ گرفتاری کے وقت فوراً اپنے آپ کو ختم کر سکے۔ اس کے باوجود وہ لوگ بڑی جرأت کے ساتھ اپنے فرض کو نبھانے میں مصروف تھے۔ ان کے ذہن میں بس یہی ایک دھن تھی کہ پکڑے جانے سے پہلے ہی زیادہ سے زیادہ معلومات، اتحادیوں تک پہنچا دیں۔

سب سے بڑا مسئلہ یہ ہو گیا تھا کہ اب انہیں زیادہ معلومات حاصل نہیں ہو رہی تھیں۔ گستاپو اور جرمن فوجیوں کے انتظامات اتنے سخت تھے کہ خبریں باہر نہیں آ سکتی تھیں۔ ایسی صورت میں، سب سے بہتر ترکیب یہی ہو سکتی تھی کہ اپنے کسی آدمی کو جرمنوں تک پہنچا دیا جائے ...... تاکہ وہ اپنی وفاداری کا یقین دلا کر ان کے ساتھ شامل ہو جائے اور نازی کا درجہ حاصل کر لے۔ مختلف لوگوں کے نام سامنے آئے لیکن قرعہ فال ٹام ہی کے نام نکلا۔ ٹام کی جرمنوں کی صف میں شمولیت کا سب سے

بڑا فائدہ یہ ہوا کہ اس کا فارم ہاؤس جرمنوں کی مشکوک نگاہوں سے محفوظ ہو گیا۔ وہ لوگ اس کے گھر کو اپنے آدمی کا گھر سمجھ کر دور رہتے اور یہ لوگ آزادی کے ساتھ اپنا کام کرتے رہتے۔

یہ کام آسان نہیں تھا۔ ٹام ایک طرف تو اس طرح اپنے ہم وطنوں کی نفرتوں کا محور بن جاتا۔ اس کے ہم وطن جرمنوں کے ہاتھ بک جانے پر اس کا چلنا پھرنا دوبھر کر دیتے اور دوسری طرف اگر کسی وقت بھی جرمنوں کو یہ شک ہو جاتا کہ ٹام انہیں دھوکا دے رہا ہے تو ایک لمحے کی تاخیر کیے بغیر اسے گولی سے اڑا دیا جاتا لیکن اس کے بغیر کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔ ٹام کو جرمنوں کی خوشنودی حاصل کرنی ہی تھی۔ ٹام نے بے پناہ خطرات کے باوجود مادرِ وطن کے لیے اس کام کی حامی بھر لی۔

☆☆

ٹام کے باپ نے بھی جنگ لڑی تھی۔ اس کے جسم پر سجے ہوئے زخم اس کے لیے باعثِ افتخار تھے لیکن جب اس کے ملک کو شکست ہوئی تو ٹام کی ماں اپنے شوہر کے انتقال کے بعد اپنی دولت کیوں کو لے کر نئی زندگی کی تلاش میں، دوسرے ملک کی طرف روانہ ہو گئی۔ جب کہ ٹام ہیل کے اس فارم ہاؤس میں اپنے دادا کے ساتھ رہ گیا۔ اس وقت ٹام کی عمر صرف نو برس تھی اس کا دادا ایک موجد تھا۔ اس نے اپنے فارم ہاؤس کے قریب ایک کیبن بنا رکھا تھا۔ جہاں وہ تجربات میں مصروف رہا کرتا۔ وہ ایک ایسی مشین بنانے کی کوشش کر رہا تھا جو کھیتی باڑی کے کاموں میں، اس کے لیے مفید ثابت ہو سکے۔ ایک ایسی مشین جس کے ذریعے ہل چلانے، آب پاشی کرنے اور فصلوں کی کٹائی کا کام خود بخود ہو جایا کرے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے اس نے بے شمار نقشے اور ڈیزائن بنا رکھے تھے۔ اس مشین کو بنانے میں اپنی تمام تر صلاحیتیں صرف کر دی تھیں۔ جب کہ ننھا ٹام چھوٹے چھوٹے کاموں میں اپنے دادا کا ہاتھ بٹایا کرتا۔ اسے اپنے دادا کی مدد کر کے بہت خوشی حاصل ہوتی تھی۔

جب ٹام سترہ برس کا ہوا تو اس کا دادا بہت ضعیف ہو گیا۔ وہ بیمار رہنے لگا تھا۔ اسے سرطان ہو گیا۔ وہ کچھ دنوں تک اچھا رہتا پھر بستر پر گر جاتا۔ بستر سے اٹھتے ہی وہ اپنے کام میں مشغول ہو جاتا۔ وہ مشین ابھی تک مکمل نہیں ہو سکی تھی لیکن اسے پورا یقین تھا کہ وہ اپنی موت سے پہلے ایسی مشین بنانے میں کامیاب ہو جائے گا اگر اس مشین میں تھوڑی بہت کمی رہ بھی گئی تو اس کا ذہین پوتا اس میں تھوڑا بہت ردوبدل کر کے اسے زیادہ بہتر بنا دے گا۔

ایک دن اس نے وہ مشین تیار کر ہی لی۔ اس کی شب و روز کی محنت، اس کے کام آ گئی تھی۔ لیکن اس مشین کی تکمیل کے کچھ دنوں بعد، وہ چل بسا اور ٹام اس وسیع و عریض فارم اور اس گھر میں اپنی بے پناہ ذمے داریوں کے ساتھ تنہا رہ گیا۔

☆☆

اپنے دادا کی مشینوں اور ایجادات میں دلچسپی دیکھ کر اور ان کا ہاتھ بٹاتے ہوئے خود ٹام کو بھی ایجادات کا شوق ہو گیا تھا لیکن اس کی ایجادات کا رخ مختلف تھا۔ وہ ریڈیو اور ٹرانسمیٹر بنانے کے تجربات کیا کرتا۔ دادا کی موت کے بعد بھی اس نے اپنے مشغلے کو ترک نہیں کیا۔ تنہا ہو جانے کے بعد بھی اس نے اپنی ذمہ داریاں پوری طرح نبھائی تھیں۔ اس کا فارم کئی ایکڑ پر پھیلا ہوا تھا۔ اپنے فارم کی دیکھ بھال کے ساتھ ساتھ اس نے اپنی تعلیم بھی جاری رکھی۔

جنگ کے شروع ہوتے ہی اس کی ماں ناروے واپس آ گئی تھی لیکن اس نے فارم میں قیام نہیں کیا تھا بلکہ ایک آدمی سے شادی کر کے جورڈ کے قصبے میں رہائش اختیار کر لی تھی۔ ٹام کبھی کبھی اپنی ماں سے ملنے کے لیے اس کے گھر چلا جاتا...... جورڈ کی ایک مشہور شاہراہ پر واقع تھا۔

نازیوں کے ساتھ شامل ہو جانے کا منصوبہ بن جانے کے بعد ٹام ایک دن اپنے فارم سے جورڈ کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس قصبے کے لوگ اسے بہت پسند کرتے تھے۔

انہوں نے ٹام کو دیکھ کر خوش دلی کا اظہار کیا۔ ٹام ہر ایک سے مسکرا مسکرا کر ملتا رہا۔ ہر ایک کی خیریت دریافت کرتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔ آج اس نے ہر شخص سے بہت دیر تک باتیں کیں۔ اسے معلوم تھا کہ آج ہنس ہنس کر ملنے والے لوگ کل اس کے خلاف ہو جائیں گے۔ وہ لوگ جو آج محبت کا اظہار کر رہے ہیں، کل اسے دیکھ کر نفرت سے تھوک دیا کریں گے۔ ان لوگوں کے لیے یہ بات برداشت کے قابل ہو ہی نہیں سکتی کہ کوئی بھی شخص جرمنوں سے مل جائے۔ وہ لوگ اپنے درمیان ایسے کسی غدار کو برداشت کر ہی نہیں سکتے تھے۔ اپنی ماں کے گھر کے سامنے سے گزرتے ہوئے ٹام کچھ دیر کے لیے کھڑا ہو گیا۔ کل سے اس گھر کے دروازے بھی، اس کے لیے بند ہو جانے والے تھے۔ ہر محبِ وطن شخص کی طرح اس کی ماں بھی ایک غدار بیٹے کو گوارا نہیں کر سکتی تھی۔ ٹام نے مکان کو دیکھ کر ایک گہری سانس لی اور آگے بڑھ گیا۔

نازیوں کا مقامی لیڈر ہرمن، جورڈ کے میئر کے دفتر میں بیٹھا جرمنی سے آئی ہوئی ہدایات کو پڑھنے میں مصروف تھا۔ اس کمرے میں اس علاقے کے سابقہ میئروں کی تصاویر لگی ہوئی تھیں۔ لیکن آج کل وہی اس قصبے کا میئر تھا۔ وہ ایک مضبوط ہاتھ پیروں والا آدمی تھا اور وردی پہن کر خود کو آسمان پر اڑتا ہوا محسوس کیا کرتا۔ اسے اپنے ملک پر فخر تھا، جس نے فتوحات حاصل کر کے ہرمن کو اس قابل کر دیا کہ وہ اس علاقے پر حکمرانی کر سکے۔ اس کا سارا کام ٹھیک ٹھاک چل رہا تھا۔ اسے سب سے زیادہ پریشانی اس بات کی تھی کہ مقامی باشندے نازیوں کا ساتھ نہیں دے رہے تھے اور نہ ہی علاقے کا کوئی قابلِ ذکر شخص اب تک نازی گروپ میں شامل ہوا تھا۔

اس نے کاغذات کا مطالعہ کرنے کے بعد انہیں میز کی دراز میں رکھ دیا۔ دروازے پر ہلکی سی دستک کے بعد ٹام اندر داخل ہوا۔ ٹام کو اس طرح اپنے دفتر میں دیکھ کر ہرمن حیران رہ گیا۔ وہ ٹام کو پہچانتا تھا اور مقامی لوگوں میں اس کی مقبولیت سے بھی واقف تھا۔ ٹام نے اسے سلام کیا اور بغیر جھجک کے بولا۔

"جناب عالی! میں نازیوں کے بارے میں بہت کچھ جان چکا ہوں۔ میں اس تحریک میں شامل ہونا چاہتا ہوں۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

حیرت اور خوشی سے ہرمن کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔ ٹام جیسا شخص جرمنوں کے لیے بہت مفید ثابت ہو سکتا تھا۔ وہ کافی دیر تک ٹام کو دیکھتا رہا۔ ٹام نے اسے حیرت زدہ محسوس کرتے ہوئے پھر کہا۔

"جناب عالی! کیا مجھے نازیوں والی وردی مل سکے گی؟"

اس بار ہرمن اپنے جذبات پر قابو نہیں رکھ سکا۔ وہ تقریباً چیختے لہجے میں بولا۔ "ہاں، ہاں کیوں نہیں؟ تمہارے لیے بہت وردیاں ہیں لیکن پہلے تمہیں ایک فارم بھرنا ہوگا۔"

پھر اس نے میز کی دراز سے ایک فارم نکال کر ٹام کے سامنے رکھ دیا۔ ٹام نے بغیر کسی تامل کے، فارم بھرنے کے بعد اس پر اپنے دستخط کر دیے۔

ٹاؤن ہال سے باہر آ کر ٹام نے پیش آنے والے واقعات کے بارے میں سوچنا شروع کر دیا۔ وہ اس وقت کو اپنے ذہن میں لا رہا تھا، جب لوگ اس پر نفرت سے تھوکیں گے۔ عورتیں اس کی موت کی دعائیں مانگیں گی اور مرد اس کو دیکھتے ہی برا بھلا کہنے لگیں گے۔ اسے یہ بات اچھی طرح معلوم تھی کہ لوگ اس کے خلاف جتنی شدید نفرت کا اظہار کریں گے، اس کے مقصد کے لیے وہ اتنا ہی بہتر ہوگا۔ اس کے ڈرامے میں حقیقت کا رنگ اسی وقت پیدا ہو سکتا تھا، جب لوگ اس سے بھرپور نفرت کرنے لگیں۔ لوگوں کا ردعمل جتنا شدید ہوگا، اتنا ہی اس کا گھر اور وہاں رکھا ہوا ٹرانسمیٹر محفوظ رہے گا۔ اسے اس بات کا اچھی طرح اندازہ تھا کہ اس کی ماں اس کے مرنے کی خبر تو برداشت کر لے گی لیکن اس کی غداری کی خبر اسے ذہنی طور پر تباہ کر ڈالے گی۔ وہ ایک محب وطن عورت تھی اور اسی عورت کا بیٹا غداری کر رہا تھا۔

توقع کے مطابق ٹام کے نازی بن جانے کی خبر جنگل کی آگ کی طرح، پورے قصبے میں پھیل گئی۔ عورتوں نے اپنے اپنے دروازوں اور کھڑکیوں پر کھڑے ہو کر ایک دوسرے کو یہ حیرت انگیز خبر سنائی۔ مردوں نے گلیوں، بازاروں اور ہوٹلوں پر تبصرے شروع کر دیے۔ ابتدا میں لوگوں کو اس بات پر حیرت ہوئی پھر وہ حیرت نفرت میں تبدیل ہو گئی۔ لوگ جرمنوں کے ڈر سے علی الاعلان ٹام سے نفرت کا اظہار نہیں کرتے تھے۔ اسی لیے جہاں قصبے کے دو شخص ایک دوسرے سے ملتے، وہاں دبی زبان میں ٹام کو گالیاں دی جانے لگیں۔ ٹام کی جگہ کوئی اور ہوتا تو اتنی حیرت کی بات نہیں تھی لیکن ٹام کے بارے میں تو کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ اپنے وطن سے غداری کر جائے گا۔

قصبے کا کوئی شخص کبھی کبھی ٹام کو سمجھانے اور اسے راہ راست پر لانے کے لیے اس کے فارم ہاؤس تک چلا جاتا پھر جب وہ ناکام ہو کر واپس آتا تو ٹام کے خلاف نفرت اور بھی شدید ہو چکی ہوتی۔ ایک دن ٹام کا استاد بھی ٹام کو سمجھانے کے لیے میلوں پیدل چلتا ہوا فارم ہاؤس تک پہنچ گیا۔ ٹام اپنے دادا کے بعد، سب سے زیادہ احترام اسی استاد کا کیا کرتا تھا۔ اس نے بھی اپنے شاگرد ٹام کو بہت دیر تک سمجھایا۔ اسے نصیحتیں کرتا رہا لیکن جب ٹام نے اس کی کسی بات کا جواب نہیں دیا تو وہ بھی جھلاتا اور اسے برا بھلا کہتا ہوا واپس چلا گیا۔ قصبے کے لوگوں نے اس سے ملنا جلنا اور باتیں کرنی چھوڑ دیں۔ لوگ اسے دیکھ کر کتراتے ہوئے ایک طرف نکل جاتے۔ کوئی اس کے قریب آنا پسند نہیں کرتا تھا۔ البتہ لوگوں کی نفرت بھری نگاہیں اسے ہر طرف سے اپنے بدن میں پیوست ہوتی محسوس ہوتی تھیں۔

☆☆

جرمنوں کی طرف سے متعین کردہ گورنر کیموٹر ان دنوں بہت پریشان رہا کرتا تھا۔ اس کے ایک ایجنٹ ویگو نے ایک اہم اطلاع دی تھی۔ وہ اطلاع ایسی تھی جس نے اس کے سر میں درد پیدا کر دیا تھا۔ یہ اطلاع ہیل سے آئی تھی۔ ویگو نے اسے یہ بتایا تھا کہ ہیل کے کسی مقام سے اتحادیوں کو خفیہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے پیغامات بھیجے جا رہے ہیں۔ کرمزی ہدایت پر اس نے ٹرانسمیٹر کی تلاش کا کام وسیع پیمانے پر شروع کروا دیا تھا لیکن ابھی تک کوئی کامیابی نہیں ہوئی تھی۔ اس ٹرانسمیٹر نے جرمنوں کو بہت نقصانات پہنچایا تھا۔ جرمن بحریہ کے آنے کی اطلاع دے دی تھی۔ جس کی وجہ سے اتحادیوں نے بروقت اس بحریہ کو گھیرے میں لے لیا اور جرمن بحریہ کو شدید نقصان اٹھانا پڑا۔ یہ بات کرمزی برداشت سے باہر تھی۔ اس نے سختی سے حکم دیا کہ گھر گھر تلاشی لے کر اس خفیہ ٹرانسمیٹر کو تلاش کیا جائے۔ ٹام کا گھر بھی ہیل ہی میں تھا لیکن اس کی ذات شک سے مبرا تھی۔ اس نے اب تک خود کو جرمنوں کا ہمدرد ثابت کیا تھا۔

خطرات اپنا دائرہ تنگ کرتے ہوئے بہت قریب آ گئے تھے جرمن فوجی کسی وقت بھی مکان پر چھاپہ مار سکتے تھے۔ کیموٹر نے اپنے آدمیوں کو مستعد کر رکھا تھا۔ اس کی ہدایت تھی کہ ایسے ایجنٹوں کو ہر قیمت پر گرفتار کر کے اس کے سامنے پیش کیا جائے۔ ٹام کو سب سے زیادہ فکر سنیڈ کی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اگر جرمنوں نے اس کے گھر میں سنیڈ کو دیکھ لیا تو وہ اپنے گھر میں اس کی موجودگی کا کیا جواز پیش کرے گا۔ جرمن فوجی اس کے فارم کے چاروں طرف پھیل گئے تھے۔ سنیڈ کو اپنے گھر سے نکالنا ایک مسئلہ بن گیا تھا۔

پھر اس کے ذہن میں ایک ترکیب آ گئی۔ اس نے جلدی جلدی صوفی اور سنیڈ کو ایک بات سمجھائی اور خود رنگ کا ڈبہ اور برش لے کر مکان سے باہر آ گیا۔ اس نے دیوار کے سہارے سیڑھی کھڑی کی اور اس سیڑھی پر چڑھ کر جلدی جلدی دیواروں پر رنگ پھیرنے لگا۔ اس دوران سنیڈ اور صوفی مکان سے باہر آ گئے۔ ان دونوں کا انداز نئے شادی شدہ جوڑے جیسا تھا۔ وہ دونوں ماحول سے بے پروا ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ دیے آگے بڑھتے چلے گئے۔ فوجیوں کے ٹرک ان کے برابر سے گزرتے رہے لیکن کسی فوجی نے انہیں رکنے کا اشارہ نہیں کیا۔ وہ دونوں ایک دوسرے میں مگن دکھائی دے رہے تھے۔ جب کہ سیڑھی پر چڑھے ہوئے ٹام کی ٹانگیں کانپنے لگی تھیں۔ وہ رنگ کرتے ہوئے ان دونوں کی طرف کبھی کبھی دیکھ بھی لیتا تھا جو اب رفتہ رفتہ نگاہوں سے دور ہوتے جا رہے تھے۔ پھر جب وہ دونوں نگاہوں سے اوجھل ہو گئے تو ایک فوجی ٹرک ٹام کے گھر کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔ ٹام کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا ہو لیکن اس نے رنگ کرنا ملتوی نہیں کیا۔ ان فوجیوں میں سے کچھ نے ٹام کو پہچان لیا۔ وہ اسے نازیوں کی میٹنگوں میں دیکھ چکے تھے۔ انہوں نے ٹام کی طرف دیکھ کر خوش دلی سے ہاتھ ہلا دیے۔ ٹام نے بھی مسکرا کر ہاتھ ہلایا اور ٹرک آگے بڑھ گیا۔ ٹرک کو آگے جاتے دیکھ کر ٹام نے اطمینان کی ایک گہری سانس لی اور نیچے آ گیا۔

خطرہ ابھی دور نہیں ہوا تھا۔ ان لوگوں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ ٹرانسمیٹر کہیں آس پاس ہی ہے۔ اسی لیے وہ اس فارم ہاؤس کے چاروں طرف منڈلاتے پھر رہے تھے لیکن یہاں ٹام کو دیکھ کر آگے بڑھ گئے تھے۔ عین ممکن تھا کہ کچھ دور جا کر انہیں ٹام کے گھر کا خیال آ جاتا اور وہ واپس آ جاتے ...... ان کی واپسی کا خطرہ موجود تھا اور اس سے نمٹنے کے لیے ٹام کو کچھ تدابیر اختیار کرنی تھیں۔ گھر کے اندر آ کر اس نے رنگوں کے ڈبے اور برش کو ایک طرف رکھا۔ باورچی خانے میں جا کر کافی تیار کی اور ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر پینے لگا۔ اس کا کمرہ دیکھنے ہی سے کسی نازی کا کمرہ معلوم ہوتا تھا۔ اس نے ایک طرف ہٹلر کی ایک بڑی سی تصویر لٹکا رکھی تھی۔ تصویر کے برابر میں اس کی وردی لٹک رہی تھی۔ وہ اب جورڈ کے نازیوں کا گروپ لیڈر بن گیا تھا۔ یہ وردی اس کو جرمنوں کا اعتماد حاصل کرنے کے بعد ملی تھی۔ اس نے اس اعتماد کو حاصل کرنے کے لیے بہت محنت کی تھی اور اب مقامی جرمن حکام اس پر بھروسہ کرنے لگے تھے۔

کافی پینے کے دوران اس کی نگاہیں کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھیں۔ اسے جرمنوں کی واپسی کا انتظار تھا۔ اس نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر اس کیپسول کو محسوس کیا جو اس کا آخری سہارا تھا اور گرفتار ہونے کی صورت میں اس کیپسول کو استعمال کرنے کے بعد وہ صرف نو سیکنڈ میں دم توڑ سکتا تھا۔ اس کمرے میں سوائے گھڑی کی ٹک ٹک کے اور کوئی آواز نہیں تھی۔ اس نے اپنی زندگی میں خود کو اتنا تنہا کبھی محسوس نہیں کیا تھا۔ سامنے پہاڑیوں سے آتے راستے پر جرمن گاڑیوں کی روشنیاں دکھائی دے رہی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

تھیں۔ اسے کرسی پر بیٹھے بیٹھے بہت دیر ہو چکی تھی۔ شام کا دھندلکا اب گہرے اندھیرے میں مدغم ہو گیا تھا۔ اس اندھیرے میں جرمن ایک دوسرے کو روشنی کے ذریعے اشارے کر رہے تھے۔ ٹام اپنی موت کو وجہ بہ وجہ خود سے قریب ہوتا ہوا محسوس کرنے لگا تھا۔

پھر اسے گھڑی کی آواز نے چونکا دیا۔ بارہ بجے کا الارم بج چکا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ اس کرسی پر گھنٹوں سے بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے محسوس کیا کہ ایک جگہ بیٹھے بیٹھے اس کا پورا جسم سن ہو گیا تھا۔ وہ بڑی مشکلوں سے کھڑا ہوا اور اپنے ہاتھ پیروں کو ہلانا شروع کر دیا۔ کچھ دیر بعد رگوں میں خون کی روانی بحال ہو گئی۔ اس نے کمرے کی روشنی بجھائی اور پھر اوپری منزل کے اس کمرے میں آ گیا۔ الماری سے ٹرانسمیٹر نکالا اور اس کے ذریعے ایک جعلی پیغام بھیجنا شروع کر دیا۔ اس بار اس نے فریکوئنسی تبدیل کر دی تھی۔ اس نے مونا می ایک جگہ کا اشارہ کیا تھا جو اس کے فارم ہاؤس سے کافی فاصلے پر واقع تھا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ اس طرح جرمنوں کو بھٹکانے میں کامیاب ہو جائے گا۔ ان کا دھیان نیل سے ہٹ کر کہیں اور چلا جائے گا۔

دوسری صبح اس کی توقع کے مطابق جرمنوں نے اپنی توجہ نیل سے ہٹالی۔ ان کی تمام گاڑیاں مونا می کی طرف روانہ ہو گئیں۔ جہاں انہوں نے بڑی شد و مد کے ساتھ ٹرانسمیٹر کی تلاش کا کام شروع کر دیا۔ ہر گھر کی تلاشی لی جانے لگی اور آس پاس کی زمینیں کھود دی گئیں۔ جس وقت یہ سب کچھ ہو رہا تھا ٹھیک اسی وقت اتحادیوں کے بحری بیڑے نے جرمنوں کے بحری بیڑے پر حملہ کر کے ان کے سب سے خطرناک جنگی جہاز "بسمارک" کو ڈبو دیا اور یہ کارنامہ صرف نیل کے فارم ہاؤس کے چھوٹے سے خفیہ ٹرانسمیٹر کی وجہ سے انجام دیا گیا تھا۔

☆☆

ٹام کے نازی ہو جانے کا سب سے زیادہ کرب اس کی ماں کو برداشت کرنا پڑا تھا۔ بہت دنوں سے اسے اپنے بیٹے کی حرکتیں پراسرار معلوم ہو رہی تھیں۔ پہلے وہ اپنے فارم ہاؤس میں تنہا رہا کرتا تھا پھر جب وہ ایک دن اس سے ملنے کے لیے پہنچی تو وہاں سنیڈ نامی ایک آدمی بھی ٹھہرا ہوا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ٹام نے اس آدمی کو اپنے ساتھ کیوں رکھا ہوا ہے؟ کیوں کہ سنیڈ ایک ایسا آدمی تھا جسے نہ مویشیوں کے بارے میں واقفیت تھی اور نہ ہی وہ کھیتوں کی دیکھ بھال کر سکتا تھا پھر ایک دن اس نے دو اور آدمیوں کو فارم ہاؤس میں دیکھا۔ ان دونوں کی حرکتیں بھی کچھ عجیب اور پراسرار تھیں۔ اس نے ٹام سے اس سلسلے میں بات بھی کی لیکن ادھر ادھر کی باتیں کر کے اسے ٹال دیا گیا۔ اس نے محسوس کیا کہ جورڈ کے لوگ اس سے کترانے لگے ہیں۔ دوست، احباب پہلے اسے دیکھ کر خوش ہوتے تھے لیکن اب ان کے ماتھے پر بل پڑ جاتے ہیں۔ اس وقت تک اسے ٹام کے بارے میں معلوم نہیں ہو سکا تھا۔ لیکن جس وقت اسے یہ تلخ حقیقت معلوم ہوئی تو اس نے لوگوں کی بے رخی کا سبب بھی جان لیا۔ وہ اس خبر کو سن کر پتھر جیسی ہو گئی۔ اسے کانوں پر یقین نہیں آ رہا تھا لیکن اس حقیقت سے انکار بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔

وہ اپنے بیٹے سے باز پرس کرنے کے لیے ایک دن فارم ہاؤس پہنچ گئی اور کمرے میں داخل ہوتے ہی اس کی نگاہ ہٹلر کی تصویر پر پڑی۔ وہ اس تصویر کو دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئی تھی۔ ٹام کے بارے میں اس نے جو خبر سنی تھی، وہ درست تھی۔ اس کا بیٹا، اس کا خون ملک اور قوم کا غدار ہو گیا تھا۔ اس نے بڑی درشتی سے تصویر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"تم نے یہ تصویر کیوں لگا رکھی ہے؟ تم آخر چاہتے کیا ہو؟"

"مجھے نازیوں سے ہمدردی ہے۔" ٹام نے روکھے لہجے میں جواب دیا۔ "میں ان لوگوں کے نظریات سے پوری طرح متفق ہوں۔"

اس نے پھر کچھ نہیں پوچھا، کوئی بات نہیں کی بلکہ اس نے ایک نفرت بھری نگاہ اپنے بیٹے پر ڈالی اور مکان سے باہر آ گئی۔ ٹام نے اسے روکنے کی بھی کوشش نہیں کی۔ ایک دن اس نے ٹام کو جورڈ کی ایک سڑک پر جاتے ہوئے دیکھ لیا۔ اس نے نازیوں والی وردی پہن رکھی تھی۔ اس کے جسم پر ظالموں کی وردی دیکھ کر اس کا خون کھول اٹھا اور تیز قدموں چلتی ہوئی اس کے سامنے آ گئی۔

"کیا تم اس وردی کو پہن کر بہت فخر محسوس کر رہے ہو؟" اس نے غصے بھری آواز میں پوچھا۔ "مجھے نہیں معلوم تھا کہ میری اولاد ایسی ہو گی۔"

"میں جو کچھ بھی کر رہا ہوں، وہی بہتر ہے۔" ٹام نے دوسری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

پھر وہ دونوں بغیر کچھ کہے ایک دوسرے سے الگ ہو گئے۔

اپنی ماں سے زیادہ کرب ٹام کو برداشت کرنا پڑ رہا تھا۔ اسے اپنے اصلی چہرے پر ایک مصنوعی چہرہ سجائے رکھنا پڑتا تھا۔ اسے ہر وقت اپنی اداکارانہ صلاحیتوں سے کام لینا ہوتا تھا۔ اس نے اپنے ساتھیوں اور اپنے ہم وطنوں کی نفرتیں خرید لی تھیں۔ لوگ اس کے مرنے کی دعائیں مانگتے رہتے۔ جبکہ نازیوں کا اعتماد اس پر بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ اسے اور بھی کئی ذمے داریاں سونپ دی گئی تھیں۔ جورڈ کے لوگوں کی سمجھ میں یہ نہیں آتا تھا کہ آخر ٹام کے بدلنے کا سبب کیا تھا؟ اسے کس چیز سے خوف تھا یا اسے کس بات کا لالچ تھا؟ اس کی زندگی تو بہت پرسکون گزر رہی تھی پھر اس نے نازیوں کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیوں کیا؟

ایک دن اس کے دوست نے صورتِ حال جاننے کے لیے اس کا تعاقب کیا۔ وہ یہ جاننا چاہتا تھا کہ آخر کون سی بات ٹام کو نازیوں کے قریب لے گئی تھی لیکن جب اس نے ٹام کو ناجا کے گھر میں داخل ہوتے دیکھا تو اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ ناجا ایک کٹر محبِ وطن شخص تھا اور ایسے شخص سے ٹام جیسے غدار کا میل جول کیا معنی رکھتا

تھا؟ ٹام کے اس دوست نے ایک نئی صورتحال دریافت کر لی تھی۔ اتفاق سے دوسرے ہی دن ٹام کو یہ معلوم ہو گیا کہ اسے ناجا کے گھر جاتے ہوئے دیکھ لیا گیا تھا۔ وہ یہ جاننے کے بعد پریشان ہو گیا...... یہ خبر اگر جرمنوں کو معلوم ہو جاتی تو اس کی خیر نہیں تھی۔ اسے کسی نہ کسی طرح اس خبر پر پردہ ڈالنا تھا۔ اس کی دوہری شخصیت کو جاننے والے کچھ لوگ اس شہر میں موجود تھے۔ جیسے صوفی اور سنیڈ لیکن وہ اس موقع پر ان دونوں سے کام نہیں لے سکتا تھا۔

اس کے ذہن میں اڈی کا خیال آیا۔ اڈی ایک ایسا آدمی تھا جسے جرمن دیکھنا پسند ہی نہیں کرتے تھے۔ جرمن اسے جورڈ کے علاقے میں اپنا سب سے بڑا دشمن خیال کیا کرتے تھے۔ جب کہ حریت پسندوں کے لیے وہ مشعلِ راہ تھا۔ لوگ اس کی باتیں سن کر اپنے ولولوں کو زندہ رکھتے تھے۔ اڈی کو بھی ٹام کی دوہری شخصیت کا علم تھا۔ وہ دل و جان سے اس نوجوان کی قدر کیا کرتا تھا، جس نے اپنے آپ کو نفرتوں کا نشانہ بنالیا تھا اور اپنے وطن کی خدمت کیے جا رہا تھا۔ ٹام نے ایک دن اڈی سے ملاقات کی اور اسے ساری صورتِ حال بتا دی۔

اڈی نے دوسری ہی صبح سے اپنا کام شروع کر دیا۔ وہ لوگوں سے ملتا اور دھیمے لہجے میں انہیں یہ بتاتا کہ اب ٹام گستاپو کا اہم ترین آدمی بن گیا ہے۔ اس نے جرمن حکام کی نگاہوں میں خود کو معتبر کر لیا ہے اور اس سے اب اور زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ وہ کسی وقت بھی اپنے دوستوں اور حلقۂ احباب کے لیے خطرہ بن سکتا ہے۔ وہ ایسے لوگوں کی تلاش میں گھومتا پھر رہا ہے جو جرمنوں کے خلاف کام کر رہے ہیں۔ اڈی ایسا آدمی نہیں تھا، جس کی بات رد کی جا سکتی۔ لوگ اس پر بھروسہ کرتے تھے۔ لوگوں نے یقین کر لیا کہ ٹام اب واقعی اور زیادہ خطرناک ہو گیا ہے۔ وہ ناجا کے گھر بھی اسی لیے گیا ہو گا کہ اس کے خلاف کسی قسم کا سراغ حاصل کر سکے۔ اس کی سرگرمیوں نے اپنا کام کر دکھایا اور لوگ ٹام کی طرف سے اور بھی بدگمان ہو گئے۔ اڈی نے اپنی طرف سے بھی کئی کہانیاں ٹام کے لیے گھڑ گھڑ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کر لوگوں کو سنا دی تھیں۔

ایڈی کی باتوں نے ٹام کے خلاف جادو کا اثر دکھایا تھا۔ لوگوں کی نفرتیں اب اتنی شدید ہو گئی تھیں کہ وہ اسے دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے تھے۔ اب اسے کھلم کھلا برا بھلا کہا جانے لگا تھا۔ ایک دن اس نے ایک چھوٹی سی بچی کو دیکھا جو زمین پر گری ہوئی رو رہی تھی۔ ٹام نے جلدی سے آگے بڑھ کر اس لڑکی کو اٹھایا۔ اس بچی کی نگاہ جب ٹام پر پڑی تو اس نے نفرت سے اس کے چہرے پر تھوک دیا اور بھاگتی ہوئی ایک طرف چلی گئی۔ ایک دن اس کی گاڑی کے ایک پہیے کا نٹ ڈھیلا کر دیا گیا۔ یہ ٹام کی خوش قسمتی تھی کہ وہ گاڑی کا پہیہ نکل جانے سے ہلاک نہیں ہوا۔ اس کی گاڑی کی رفتار سست تھی اسی لیے اس نے گاڑی پر قابو پا لیا۔ ورنہ اس کی موت میں کچھ بھی فاصلہ نہ تھا۔ موت اس کی طرف ہر انداز سے جھپٹ رہی تھی اگر وہ جرمنوں کے ہاتھوں گرفتار ہو جاتا تو زہریلے کیپسول کے ذریعے اسے خودکشی کرنی پڑتی اور اگر وہ گرفتار نہ ہوتا تو اس کے ہم وطن کسی بھی طرح اسے ہلاک کر دیتے۔

☆☆

ٹام کی ماں مسز گریف کو کسی طور قرار نہیں آتا تھا۔ ایک طرف اس کا بیٹا ملک و قوم سے غداری کر کے اجنبی ہو گیا تھا اور دوسری طرف علاقے کے لوگ صرف اس لیے اس سے کترانے لگے تھے کہ وہ ٹام کی ماں تھی۔ وہ اپنے آپ کو یقین دلانے کے لیے کئی بار فارم ہاؤس کی طرف گئی اور ہر بار ایک نئے تجربے کے ساتھ واپس آ گئی۔ کبھی تو فارم ہاؤس نازیوں، گسٹاپو کے ایجنٹوں اور جرمن فوجیوں سے بھرا ہوا ہوتا اور وہ لوگ ٹام کے ساتھ زور شور سے بحث کر رہے ہوتے۔ جبکہ اس کا بیٹا ان نازیوں سے کہیں زیادہ کٹر دکھائی دیتا اور کبھی فارم ہاؤس بالکل خالی ملتا۔ وہاں کوئی بھی نہ ہوتا۔ ایک دو بار اس نے اوپری منزل سے کچھ عجیب سی آوازیں بھی

سنیں۔ جیسے کوئی ٹیلی پرنٹر مشین کام کر رہی ہو۔ اوپر سے آنے والی ٹک ٹک کی آوازیں اس کے لیے اجنبی تھیں۔

ایک دن جب وہ فارم ہاؤس کے کمرے میں داخل ہوئی تو اس وقت وہاں کوئی نہیں تھا۔ وہ خاموشی سے کرسی پر بیٹھ گئی۔ اس کے سامنے دیوار پر ہٹلر کی تصویر لگی ہوئی تھی اور اس تصویر سے کچھ فاصلے پر ٹام کی اس وقت کی تصویر تھی جب وہ چھوٹا سا بچہ تھا۔ اس تصویر کو دیکھ کر مسز گریف کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ پرانی یادوں نے اسے بے چین کر دیا۔ شدتِ کرب سے اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ اس نے قدموں کی آہٹ سنی۔ یہ آہٹ ٹام کے قدموں کی تھی جو اس کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ اس نے اپنی ماں کی آنکھوں میں آئے ہوئے آنسوؤں کو دیکھ لیا تھا۔ ٹام کچھ دیر تک ماں کے چہرے کی طرف دیکھتا رہا پھر وہ گہری سانس لے کر اس کے پاس ہی بیٹھ گیا۔

اس نے اپنی ماں کو سب کچھ بتانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا۔ اس سے اپنی ماں کی حالت دیکھی نہیں جاتی تھی۔ اس نے دھیرے دھیرے اپنی ماں کو ساری بات بتا دی۔ اس کی کہانی سن کر ماں کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ اس کا کھویا ہوا سکون واپس آ گیا۔ وہ کسی غدار کی ماں نہیں تھی، بلکہ ایک عظیم محبِ وطن بیٹے کی ماں تھی۔ اس کا جھکا ہوا سر غرور سے ایک بار پھر بلند ہو گیا لیکن اس کے ساتھ اسے اپنے بیٹے کی طرف سے اندیشے بھی لاحق ہو گئے۔ اس کی جان خطرے میں تھی۔ وہ کسی وقت بھی پکڑا جا سکتا تھا۔ کسی وقت بھی جرمن اس پر موت بن کر مسلط ہو سکتے تھے۔ اس بھید کے کھلتے ہی، ساری باتیں اس کی سمجھ میں آ گئیں۔ اوپری منزل سے آنے والی ٹک ٹک کی آوازوں کا معمہ بھی حل ہو گیا تھا۔ اوپر یقیناً وہی خفیہ ٹرانسمیٹر رکھا ہوا ہوگا جس کے چرچے ان دنوں سنے جا رہے تھے۔ اسے یہ بھی یاد آ گیا کہ اس کا بیٹا بچپن ہی سے اپنے دادا کی طرح کچھ نہ کچھ بنانے کا شوق رکھتا تھا۔ اسے الیکٹرونکس کے کاموں سے دلچسپی تھی۔ اب کوئی بات راز نہیں رہی تھی۔

اب مسز گریف کی پریشانی کا انداز کچھ اور تھا۔ وہ ٹام کے پکڑے جانے کے خوف سے کانپتی رہتی تھی۔ اس نے کئی بار اپنے گھر کی کھڑکی سے جرمن گاڑیوں کو دیکھا تھا۔ جن میں نصب شدہ آلات کسی خفیہ ٹرانسمیٹر کا سراغ لگاتے پھر رہے تھے۔ وہ دل ہی دل میں ٹام کی سلامتی کے لیے دعائیں مانگا کرتی اور بظاہر وہ بھی دوسرے لوگوں کی طرح ٹام کو برا بھلا کہتی رہتی تھی۔ اس کے اس رویے نے جورڈ کے لوگوں کے دل اس کی طرف سے صاف کر دیے تھے۔ انہوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ ٹام کی غداری میں، اس کی ماں کا کوئی قصور نہیں ہے۔ وہ بے چاری اس سلسلے میں خود بھی ندامت محسوس کرتی رہتی ہے۔ یہ سوچ کر لوگوں نے اب اس سے کترانا چھوڑ دیا تھا اور اس سے ملنے جلنے لگے تھے۔

☆☆

گنتی کے چند آدمیوں کو ٹام کی دوہری شخصیت کے بارے میں علم تھا، ان میں ایک پال بھی تھا۔ وہ ایک کسان تھا اور اس کی زندگی کا مقصد بھی اپنے ملک کو آزاد کروانا تھا۔ وہ ٹام اور اس کے ساتھیوں کی بنائی ہوئی خفیہ زیرِ زمین تحریک کا ایک فعال کارندہ بھی تھا۔ ٹام نے اس پر بھروسہ کرتے ہوئے اسی سے مدد کی درخواست کی تھی۔ ٹام کے ساتھ ایک الجھن یہ ہو گئی تھی کہ وہ اب اپنے گھر اور فارم کی دیکھ بھال کے لیے وقت نہیں نکال پاتا تھا۔ نازی ہونے کی حیثیت سے اس کی ذمے داریاں روز بروز بڑھتی جا رہی تھیں۔ ایک حریت پسند کی حیثیت سے اسے بہت سا وقت تحریک کے آدمیوں کو دینا پڑتا تھا۔ اسے کسی ایسے شخص یا عورت کی ضرورت تھی جو اس کے گھر اور اس کے فارم کی دیکھ بھال کر سکے۔ اس نے پال سے درخواست کی کہ وہ اس کے لیے کسی آدمی یا عورت کا انتظام کر دے تاکہ وہ اس طرف سے بے فکر ہو کر اپنی سرگرمیوں میں حصہ لے سکے۔

پال نے اس کام کے لیے ایتر کی خدمات حاصل کر لیں۔ ایتر، پال کے ایک دوست کی بیٹی تھی۔ اس کی عمر چوبیس برس کی تھی اور ان دنوں وہ کسی نوکری کی تلاش میں تھی۔ جب پال نے اس کے باپ سے بات کی تو وہ فوراً تیار ہو گیا۔ جب کہ ایتر بھی راضی ہو گئی۔ پال نے ان دونوں کو ٹام کے بارے میں بتا دیا تھا کہ وہ ایک زبردست قسم کا نازی ہے۔ لیکن ایتر کو اس سے کوئی بحث نہیں تھی۔ اسے ایک اچھی نوکری مل رہی تھی اور اس کے لیے یہی بہت تھا۔ اس نے اپنے کپڑے سوٹ کیس میں رکھے اور گاؤں سے نیل کی طرف چل پڑی۔

ٹام کو دیکھ کر اسے ایک حیرت افزا سی خوشی ہوئی۔ اس کے تصور میں ٹام ایک بوڑھا یا ادھیڑ عمر سخت گیر قسم کا نازی تھا۔ لیکن جب اس نے ٹام کو دیکھا تو وہ اسے اپنے ہی جیسا خوش اخلاق اور ہم عمر دکھائی دیا۔ اب اسے اس بات کی پروا نہیں تھی کہ ٹام نازی تھا یا نہیں۔ اسے ایسے خوش اخلاق اور نفس مو نظر آنے والے شخص کے ساتھ کام کرنے کی خوشی حاصل ہو رہی تھی۔ ٹام کو بھی وہ لڑکی بھروسے کے قابل دکھائی دی تھی۔ اس کے چہرے سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ وہ اپنی ذمے داریوں کو نبھانا جانتی ہے۔ اس کے کپڑے اگرچہ پرانے فیشن کے تھے لیکن وہ ان کپڑوں میں اچھی لگ رہی تھی۔ مجموعی طور پر ایتر ایسی لڑکی تھی جس پر آنکھ بند کر کے فارم اور گھر کی ذمے داریاں ڈالی جا سکتی تھیں۔ اس نے پہلے دن ایتر سے زیادہ باتیں نہیں کی تھیں، بلکہ اسے دن بھر اس کا کام سمجھاتا رہا۔ اس نے ایتر کو فارم، مویشی، گھر اور اس کے کام سے متعلق ہر چیز بتا دی۔ ایتر نے بہت جلدی اپنی ذمے داریاں سمجھ لی تھیں۔

ایتر نے اس گھر میں گسٹاپو کے آدمیوں اور جرمن فوجیوں کو آتے دیکھ کر بھی کبھی کسی ردِعمل کا اظہار نہیں کیا۔ وہ اپنے کام میں مصروف رہتی تھی۔ ٹام کے لیے یہ بات بہت اچھی تھی۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ایک صبح جب وہ اصطبل میں گھوڑوں کی دیکھ بھال کر رہا تھا تو ایلنر نے خفیہ طور پر اس کے بستر میں سے کوئی چیز دیکھی تھی جس کو وہاں نہیں ہونا چاہیے تھا۔ ٹام اس کی بات سن کر مسکرا دیا۔ اسے معلوم تھا کہ وہ اپنا ریوالور جان بوجھ کر بستر پر چھوڑ آیا تھا تاکہ ایلنر سے کوئی بات پوشیدہ نہ رہے۔ اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ ایلنر ایک ایسی لڑکی ہے جو صرف اپنے فرائض سے مطلب رکھتی ہے۔ اسے غیر ضروری باتوں سے کوئی سروکار نہیں۔

ان دنوں اس گھر میں مختلف نوعیت کے لوگ آیا کرتے۔ حریت پسند آتے اور ٹام کے ساتھ بیٹھ کر گھنٹوں سرگوشیوں میں باتیں کرتے۔ پھر نازی اور گسٹاپو کے لوگ آتے اور زور و شور سے بحث کیا کرتے۔ وہ دونوں اپنے مزاج اور اپنے عمل میں ایک دوسرے سے مختلف ہوتے تھے اور ان دونوں گروپوں کی ایک ہی گھر میں خاطر تواضع کی جاتی تھی۔ ایلنر کو کبھی کبھی ٹام کو دیکھ کر افسوس بھی ہوتا کہ وہ پریشانی اور خوف کے بوجھ تلے دبا ہوا ہے۔ اس نے اپنے چہرے پر کئی نقاب چڑھا رکھے تھے۔ اس کی اصل شخصیت کا پتہ چلانا بہت دشوار تھا۔ لیکن ایلنر کا دل کہتا تھا کہ ٹام ایک سادہ سا سادہ اور پرخلوص انسان ہے۔ اب اس سیدھے سادے نوجوان پر ہر لمحہ خوف اور دہشت کے سائے مسلط رہتے تھے۔ اب اس نے اپنا کچھ وقت جنگل میں جا کر گزارنا شروع کر دیا تھا۔ جہاں درختوں کے درمیان ایک غار تھا۔ وہ اس غار میں جا کر بیٹھ جاتا۔ یہی وہ جگہ تھی، جہاں وہ کچھ وقت بغیر کسی اندیشوں کے گزار سکتا تھا۔ یہ ایک محفوظ جگہ تھی۔ دشمن یہاں تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔

جنوری کی ایک سرد رات میں ایک برطانوی بمبار طیارے نے اپنے جاسوس اسٹارلین کو پیراشوٹ کے ذریعے ہیل کے گرد و نواح میں اتار دیا۔ اسٹارلین اس بار اپنے ساتھ بہت سا سامان لے کر آیا تھا۔ اس نے اترتے ہی تمام سامان زمین کھود کر ایک جگہ دفن کر دیا اور فارم ہاؤس کی طرف چل دیا۔ ٹام کو اس کے آنے کی اطلاع مل چکی تھی۔ وہ اس کے انتظار میں تھا۔ اسٹارلین، ٹام کے لیے ایک نیا ٹرانسمیٹر بھی لایا تھا۔ اس کے لیے پیغام رسانی کے نئے اشارے وضع کیے گئے تھے۔ فارم ہاؤس

suspense books

ثابت ہوئے تھے۔ اتحادیوں نے اس کی بات مان لی تھی۔ اس پر اعتماد کیا تھا اور اس کے نتیجے میں اسلحے کا ذخیرہ تباہ ہو چکا تھا۔ آنے والے بمبار طیارے نے اپنی ذمے داری پوری کر دی تھی۔

دھماکہ ہوتے ہی آس پاس کے گھروں سے لوگ نکل کر سڑکوں پر آ گئے۔ وہ سب کے سب خوشی سے رقص کر رہے تھے بہت دنوں کے بعد اتحادیوں نے ان کے علاقے میں گھس کر جرمنوں کو نقصان پہنچایا تھا اور یہ اس بات کی دلیل تھی کہ اتحادیوں نے انہیں تنہا نہیں چھوڑا تھا اور گسٹاپو یا نازیوں کی حکومت عارضی تھی۔ انہیں واپس جانا تھا اور ان کے ملک کو آزادی ملنی تھی۔ ان کی آزادی کو زیادہ دنوں تک روکا نہیں جا سکتا تھا۔

جرمنوں نے خوشی سے نعرے لگاتے ہوئے لوگوں کو سزا دینے کے لیے اس علاقے میں کرفیو نافذ کر دیا۔ انہوں نے لوگوں کو زبردستی گھروں میں دھکیل دیا۔ دوسری صبح جب ٹام اپنی وردی میں ملبوس نازیوں کے دفتر پہنچا تو وہاں رات کے واقعے پر حیرت کا اظہار کیا جا رہا تھا۔ جرمنوں کو اتحادیوں کے حملے پر حیرت نہیں تھی بلکہ ان کی حیرت کا سبب یہ تھا کہ طیاروں نے اتنا درست نشانہ کس طرح لگا لیا؟ جبکہ اسلحے کا وہ ذخیرہ بہت ہوشیاری کے ساتھ کیموفلاج کر کے چھپا دیا گیا تھا۔ آخر طیاروں کو اتنی بلندی سے اتنا صحیح اندازہ کس طرح ہو گیا تھا۔

فارم ہاؤس کی سرگرمیاں اب اور بھی بڑھ گئی تھیں۔ بے شمار قیمتی اطلاعات حاصل ہوتیں اور ان اطلاعات کو لندن روانہ کر دیا جاتا۔ بحری نقل و حرکت کے متعلق بھی بہت مفید خبریں ملا کرتی تھیں اور یہ خبریں جیل نامی ایک آدمی پہنچایا کرتا جو بندرگاہ پر کام کرتا تھا۔ اس نے بھی اپنے کئی آدمیوں کو معلومات حاصل کرنے کے لیے ادھر اُدھر پھیلا رکھا تھا۔ اتحادی کی توجہ سوالا کے ایئر بیس کی طرف تھی۔ جہاں جرمنوں کے بہت سے طیارے موجود رہتے۔ اتحادی اس ہوائی اڈے کے متعلق

معلومات حاصل کرنے کے لیے بے چین تھے۔ حریت پسندوں نے یہ پتہ چلایا کہ جرمن، بہت سے وزنی ٹینگر اس ہوائی اڈے پر لانے والے ہیں۔ انہوں نے یہ بھی معلوم کر لیا تھا کہ ایک خاص دن پر بہت سے جرمن طیارے اس ہوائی اڈے پر جمع ہونے والے ہیں۔ یہ ایسی اطلاع تھی جسے فوراً ہی لندن پہنچانا ضروری تھا۔ ایجنٹوں نے اپنا کام شروع کر دیا۔ مختلف ذریعوں سے یہ خبر پہلے نا جا کی دکان تک پہنچی اور وہاں سے صوفی نے اسے فارم ہاؤس تک پہنچا دیا۔ اس خبر پر فوراً ہی ایکشن لیا گیا۔ خفیہ ٹرانسمیٹر نے یہ اہم اطلاع لندن روانہ کر دی اور ٹھیک اسی دن جب جرمن طیارے اور ٹینگر ہوائی اڈے پر موجود تھے، اتحادیوں کے طیاروں نے زبردست بمباری کر دی۔

اس کامیاب مہم کے بعد جرمنی کے ایک جنگی جہاز کو ڈبو دیا گیا۔ یہ کارنامہ بھی فارم ہاؤس کے توسط سے انجام پایا تھا۔

اس دوران ٹام نے اپنی شخصیت اور خفیہ ٹرانسمیٹر کو چھپانے کے لیے نازیوں کے لیے کئی کارنامے انجام دیے۔ اس نے کچھ ایسی اطلاعات ان تک پہنچا دیں جن کی وجہ سے حریت پسندوں کا تھوڑا بہت نقصان بھی ہو گیا لیکن ٹام نازیوں کی نگاہوں میں اہمیت اختیار کرتا چلا گیا۔ دوسری طرف اس کے ہم وطنوں کی نگاہوں میں اس کے لیے نفرت بڑھتی چلی گئی۔ اس نفرت میں روز بہ روز اضافہ ہوتا چلا جا رہا تھا۔ وہ ٹام جیسے غدار کو اپنے وطن میں دیکھنا بھی پسند نہیں کرتے تھے لیکن جرمنوں کی وجہ سے ٹام کے خلاف کچھ کرنے سے قاصر تھے۔

ٹام نے نازیوں کے قریب رہ کر ان کا اچھی طرح جائزہ لیا تھا۔ یہ لوگ عام طور پر تند خو، اکھڑ مزاج اور ان پڑھ ہوا کرتے تھے۔ ان کے مزاج میں انتقام کا عنصر زیادہ تھا، اس لیے انہوں نے نازی تحریک میں شمولیت اختیار کی تھی۔ یہ وہ لوگ تھے جن کے خیال میں طاقت دنیا کی سب سے عظیم چیز ہوا کرتی ہے۔ یہ لوگ طاقت اور

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اقتدار کی رسہ کشی میں مبتلا رہتے تھے۔ ان کے ذہنوں میں بٹھا دیا گیا تھا کہ جرمن نسل سب سے عظیم قوم ہے اور دوسری قوموں پر انہیں حکمرانی کرنے کا حق حاصل ہے۔ ان کے خیالات کی اڑان اس سے زیادہ نہیں ہوتی تھی۔ پروپیگنڈے کی قوت نے نوجوانوں کے دل و دماغ کو مسخر کر لیا تھا۔ ان کے خیال میں ہٹلر اور اس کے حواری جو کچھ بھی کر رہے تھے، وہ درست تھا۔ وہ ہٹلر اور اس کے نظریات کے خلاف، ایک لفظ سننا بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے۔

☆☆

ناجا کے ایک دوست، جانسن نے حریت پسندوں کی زیر زمین تحریک قائم کر لی۔ اس تحریک کا مقصد جرمنوں پر حملے کرنا تھا جہاں بھی موقع ملتا وہ چھپ کر جرمن فوجیوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے۔ بہت سے آدمیوں کو اس تحریک میں شامل کر کے انہیں فوجی تربیت دی جانے لگی تھی اور تھوڑے ہی عرصے میں انہوں نے جرمن فوجیوں کو اچھا خاصا نقصان پہنچایا تھا۔ ایک دن جانسن، ناجا کے گھر آیا تو وہاں ٹام موجود تھا۔ ٹام اس وقت بھی نازیوں والی وردی میں ملبوس تھا۔ ٹام کو دیکھ کر جانسن بری طرح چونک پڑا تھا۔ اسے ٹام کی دہری شخصیت کا علم نہیں تھا۔ وہ صرف اتنا جانتا تھا کہ اس شخص نے اپنے ہم وطنوں سے غداری کی ہے اور دوسرے لوگوں کی طرح خود وہ بھی ٹام سے نفرت کیا کرتا تھا۔ لیکن اس دن جب ناجا نے جانسن کو صورتحال سے آگاہ کیا تو جانسن کو بے حد خوشی ہوئی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس طرح لوگوں کی مخالفت مول لے کر ٹام اپنے وطن کے لیے کام کر رہا ہوگا۔

ان دونوں کی پہلی ملاقات بہت مفید رہی تھی۔ کئی منصوبے بنائے گئے اور ان منصوبوں میں ایک بڑا منصوبہ یہ تھا کہ برطانیہ سے اسلحہ اور تربیت یافتہ آدمی منگوائے جائیں جو جرمنوں کے خلاف باقاعدہ جنگ کا آغاز کر سکیں۔ اس کام کے لیے فارم ہاؤس کا ٹرانسمیٹر استعمال کیا گیا۔ لندن سے مدد مانگی گئی اور ان لوگوں نے ایک

جنگی کشتی بھیجنے کا وعدہ کر لیا۔ اس کشتی پر تربیت یافتہ آدمی اسلحہ اور پیغام رسانی کے آلات لانے والے تھے۔ منصوبہ کے مطابق تمام تفصیلات طے کر لی گئیں۔ طے یہ پایا تھا کہ ٹیلی نامی ساحل پر ٹام اور اس کے ساتھی آنے والی کشتی کے انتظار میں کھڑے رہیں گے پھر دونوں طرف سے روشنی کا خاص اشارہ کیا جائے گا۔ اس کے بعد وہ کشتی، ویران ساحل پر لنگر انداز ہو جائے گی۔ یہ مرحلہ بھی ان کے لیے ذہنی تناؤ کا سبب بن گیا تھا۔ بہت ممکن تھا کہ ان کے اشاروں کو جرمنوں کی کشتیاں دیکھ لیتیں۔ اس کے بعد جو کچھ بھی ہوتا اس کا تصور اتنا مشکل نہیں تھا۔ وہ لوگ بڑی بے چینی کے عالم میں ویران ساحل پر کھڑے ہوئے جنگی کشتی کے آنے کا انتظار کر رہے تھے۔

دوسری جانب وہ کشتی اور اس کے عملے کے افراد اپنی بقا کی جنگ لڑنے میں مصروف تھے۔ اس کشتی کو ایک جرمن جنگی طیارے نے دیکھ لیا تھا اور اب اس پر مسلسل گولیاں برسائی جا رہی تھیں۔ اس کشتی کو چلانے والے کا نام ہیوگو تھا اور اسے خاص طور پر اس اہم مشن پر روانہ کیا گیا تھا۔ اسے ہدایت دی گئی تھی کہ وہ ٹیل جا کر ٹام سے ملاقات کرے اور اس کے حکم کے مطابق کام کرے۔ حکام کی نگاہوں میں ٹام کی بہت عزت تھی۔ اس کا نام بہت احترام سے لیا جا رہا تھا لیکن اس وقت ہیوگو کو ٹام سے زیادہ اپنی اور دوسروں کی جان بچانے کی فکر لاحق تھی۔ شروع شروع میں، ان کا سفر بہت ٹھیک ٹھاک رہا۔ کسی طرف سے بھی خطرے کی کوئی علامت دکھائی نہیں دی تھی۔ اندھیری رات میں ان کی کشتی لہروں پر تیز رفتاری کے ساتھ بہتی ہوئی جورڈ کے ایک ساحل کی طرف چلی جا رہی تھی کہ اچانک ایک جرمن جنگی طیارے نے انہیں دیکھ لیا اور بغیر کسی وارننگ کے اس کشتی پر حملہ شروع کر دیا۔ جرمنوں کو اس کشتی کی نشاندہی اتفاقاً ہو گئی تھی۔ اس رات کسی جرمن جنگی کشتی کو سمندر میں لے جانے یا ساحل کی طرف لانے کا پروگرام نہیں تھا۔ لہٰذا جب ایک تنہا کشتی ساحل کی طرف آتی ہوئی دیکھی گئی تو اس پر حملہ کر دیا گیا۔ گولیاں بڑی تیز رفتاری

کے ساتھ کشتی کے چاروں طرف برسنے لگیں۔ ہیوگو اور اس کے ساتھیوں نے بھی ہتھیار سنبھال لیے تھے۔ اب اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں رہا تھا کہ خود بھی اس طیارے پر گولیاں چلا کر اسے نشانہ بنانے کی کوشش کی جائے۔

پہلے حملے میں طیارے نے غوطہ لگا کر گولیاں برسائی تھیں اور ایک طرف اڑتا چلا گیا۔ دوسرے حملے میں کچھ گولیاں برسائی تھیں اور ایک طرف اڑتا چلا گیا۔ دوسرے حملے میں کچھ گولیاں کشتی کے عرشے پر آ کر گریں لیکن کوئی نقصان نہیں ہوا پھر تیسرے حملے میں ہیوگو اور اس کے ساتھیوں نے بھی طیارے پر گولیاں برسا دیں۔ انہوں نے بڑے صحیح نشانے اور مہارت سے کام لیا تھا۔ اسی لیے وہ طیارہ چوتھی بار حملہ نہیں کر سکا۔ کچھ دور پرواز کے بعد ایک دھماکا ہوا اور وہ طیارہ تباہ ہو کر سمندر میں گر پڑا گیا لیکن مصیبت ابھی ختم نہیں ہوئی تھی۔ فوراً ہی ایک اور طیارہ کشتی کے اوپر پرواز کرنے لگا لیکن اس طیارے کا ہوا باز پہلے جیسا مشاق معلوم نہیں ہوتا تھا بلکہ وہ کچھ خوف زدہ بھی تھا، اسی لیے اس نے اپنے طیارے کو بہت بلندی پر رکھا تھا اور اس بلندی کی وجہ سے دونوں کے نشانے خطا ہو گئے تھے۔ نہ وہ طیارہ کشتی والوں کو نقصان پہنچا سکتا تھا اور نہ ہی کشتی کی طرف سے چلائی ہوئی کوئی گولی طیارے کو نقصان پہنچا سکی تھی۔

لیکن اب کشتی کے لیے آگے بڑھنا ممکن نہیں رہا تھا۔ ساحل پر بھی خطرات موجود ہو سکتے تھے۔ اسی لیے ہیوگو نے کشتی کا رخ بدلا اور لہراتا ہوا واپس برطانیہ کی طرف لے گیا کچھ دور جانے کے بعد حملہ کرنے والے طیارے نے ایک چکر اور لگایا لیکن اس دوران کشتی بہت آگے جا چکی تھی۔ وہ کشتی بغیر کسی مزید حادثے کے لندن پہنچنے میں کامیاب ہو گئی۔ وہاں پہنچ کر جب کشتی کے عرشے پر گرے ہوئے ان کارتوسوں اور شیل کا جائزہ لیا گیا جو جرمن طیارے نے گرائے تھے تو اس بات کا پتہ چلا کہ یہ کارتوس اور شیل چیکوسلواکیہ میں تیار کیے گئے تھے۔ یہ ایک اہم بات تھی جو اتفاقاً اتحادیوں کو معلوم ہو گئی تھی لیکن ہیوگو کو اس بات کا افسوس تھا کہ وہ ٹام سے

ملاقات نہیں کر سکا۔ وہ اس شخص سے ملنا چاہتا تھا جس کی حکام کی نگاہوں میں بہت عزت تھی۔

گسٹاپو کا مقامی سربراہ پسکی ایک ایسا آدمی تھا جسے کسی کو اذیت دینے کے نئے نئے طریقے معلوم تھے۔ اسے اذیت دے کر راز اگلوانے کا ماہر خیال کیا جاتا تھا۔

گسٹاپو کے ہیڈ آفس میں کئی گھنٹوں سے پسکی کی ہدایت پر ایک آدمی کو اذیت دی جا رہی تھی۔ اس آدمی کے بارے میں، یہ خیال تھا کہ وہ اس خفیہ ٹرانسمیٹر رکھنے والے کا نام جانتا ہے جس نے جرمنوں کو پریشان کر دیا تھا۔ بالآخر جب اس آدمی سے مزید اذیت برداشت نہ ہو سکی تو اس نے ٹام کا نام بتا دیا۔

ٹام کا نام سن کر خود پسکی بھی بوکھلا گیا تھا۔ یہ نام اس کے گمان میں بھی نہیں تھا۔ وہ خود بھی اس نوجوان کو بے حد پسند کرتا تھا اور اس کے فارم ہاؤس میں پہنچ کر ایسا سکون محسوس کیا کرتا جیسے اپنے گھر میں آ گیا ہو۔ بہرحال ذاتی جذبات سے قطع نظر اسے اپنا فرض نبھانا تھا۔ اس نے اپنے پستول میں گولیاں بھریں اور گاڑی میں بیٹھ گیا۔ ڈرائیور کو ہدایت کی کہ وہ جتنی تیز رفتاری سے گاڑی چلا سکتا ہے، چلا کر جلد سے جلد فارم ہاؤس تک پہنچا دے۔ ڈرائیور نے اس کا حکم سنتے ہی گاڑی کو ہوا بنا دیا۔

پسکی راستے بھر الجھا رہا اسے ٹام کے بارے میں یقین نہیں آ رہا تھا۔ عین ممکن ہے کہ اس آدمی نے غلط کہا ہو یا خود اس نے غلط سنا ہو۔

اس کی گاڑی جس وقت فارم ہاؤس پر رکی۔ ٹام اس وقت اپنے اصطبل میں تھا۔ اس نے جب پسکی کو تیز قدموں سے اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا تو اس کا دل بیٹھ گیا۔ یقیناً کوئی غیر معمولی بات ہوئی تھی۔ ورنہ پسکی کے تیور ایسے نہیں ہوا کرتے تھے۔

پسکی نے اس کے قریب پہنچ کر علیک سلیک تو کی لیکن آج اس کے لہجے میں طنز اور دبے ہوئے جوش کی آمیزش تھی۔ ٹام ایک نظر اس کی طرف دیکھنے کے بعد دوبارہ اپنے گھوڑے کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ پسکی چند لمحوں تک ٹام کو گھورتا رہا پھر سرد لہجے میں بولا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

''اس خفیہ ٹرانسمیٹر کا سراغ ملنے والا ہے ٹام!''

''اچھا۔'' ٹام نے اس کی طرف نہیں دیکھا۔ ''کیا کوئی سراغ ملا ہے؟''

''ہاں، ٹام کی گرفتاری کے بعد ٹرانسمیٹر بھی ہمارے ہاتھ آ جائے گا۔''

''ٹام۔'' ٹام کا دل دھڑک اٹھا۔ اس کا خدشہ بے بنیاد نہیں تھا۔ یہ لوگ بالآخر اس تک پہنچ ہی گئے تھے۔ اس کی رگوں میں سنسنی دوڑ گئی...... اس کے پاس اس وقت کوئی ہتھیار نہیں تھا...... اگر ہوتا بھی تو وہ ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے اپنے دانتوں کو سختی سے بھینچ کر اپنی جیب میں ہاتھ ڈال لیا۔ اس جیب میں زہریلا کیپسول موجود تھا۔ اس کیپسول کو چھوتے ہی اس کا خوف فی الفور ختم ہو گیا...... ایسا محسوس ہوا جیسے اس بے جان کیپسول نے اسے تسلی دے دی ہو۔ ٹام اس نے ایک بار پھر دہرایا اور براہ راست پسکی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔ اب اس کا خوف ختم ہو گیا۔ اس کے چہرے پر سکون تھا۔ اسے آخر ان لوگوں کے ہاتھوں میں جانا ہی تھا۔ اس سے پہلے اس نے ایک کوشش کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

''ٹام۔'' اس نے یہ نام کئی بار دہرایا پھر دھیرے سے بولا۔ ''سراغ تو بہت اچھا ہے۔ لیکن نام سننے میں تم نے غلطی کی ہے۔ یہاں سے کچھ دور ٹون نامی ایک مشکوک سا آدمی رہتا ہے۔ میں اس کی رپورٹ بھی کرنا چاہتا تھا۔ پہلے یہ بتاؤ کہ تمہیں ٹام کا نام کس نے بتایا؟''

''ایک قیدی نے۔'' پسکی نے جواب دیا۔ ''اس پر تشدد کیا گیا تھا۔ عین ممکن ہے کہ اس نے ٹون ہی بتایا ہو۔'' پسکی بھی اب خود متزلزل دکھائی دے رہا تھا۔ عین ممکن ہے کہ اس نے ٹون ہی کہا ہو۔ ٹون اور ٹام میں فرق ہی کتنا ہے۔ سننے میں غلطی بھی ہو سکتی تھی پھر ٹام پر اسے پہلے بھی یقین نہیں آ رہا تھا۔ گستاپو اتنا بڑا دھوکا نہیں کھا سکتی تھی۔ ٹام کسی طرح بھی ڈبل ایجنٹ نہیں ہو سکتا تھا۔

ٹام جانتا تھا کہ ٹون نامی ایک حریت پسند دوسرے قصبے میں رہتا تھا اور اسے یہ بات بھی معلوم تھی کہ اس دوسرے قصبے کا گستاپو کا شیرف بھی اس آدمی کو مشکوک سمجھتا تھا لیکن یہ صرف ٹام ہی جانتا تھا کہ پچھلے دنوں ٹون اپنی بیوی، بچوں کے ساتھ اس ملک سے فرار ہونے میں کامیاب ہو چکا تھا اور اس کا گھر خالی پڑا تھا...... اسی لیے اس نے ٹون کا نام لینے میں کوئی قباحت محسوس نہیں کی۔

''کیا تم میرے ساتھ ٹون کے گھر چل سکتے ہو؟'' پسکی نے پوچھا۔

''کیوں نہیں میں تمہارے ساتھ ہی ہوں۔'' ٹام گھوڑے کو چھوڑ کر اصطبل سے باہر آ گیا۔

وہ دونوں براہ راست ٹون کے گھر نہیں گئے بلکہ اس قصبے کے شیرف کے دفتر پہنچ گئے۔ یہ مشورہ بھی ٹام نے ہی دیا تھا۔ پسکی نے جب اس قصبے کے شیرف کو ٹون کے بارے میں بتایا تو اس نے فوراً اس بات کی تصدیق کر دی کہ وہ واقعی ایک مشکوک اور کٹر حریت پسند آدمی ہے۔ قصبے کا شیرف بھی ان کے ساتھ تھا۔ جب وہ لوگ ٹون کے گھر پہنچے تو وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ گھر خالی تھا۔ جس سے یہ صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ گھر کے مکین گھر چھوڑ کر کہیں اور جا چکے ہیں۔ اس صورت حال کو دیکھ کر پسکی نے اپنا سر پیٹ لیا۔ گھر خالی تھا۔ ٹام نے اطمینان کی ایک گہری سانس لی لیکن اس کا اطمینان کب تک برقرار رہ سکتا تھا...... یہ بہت تھا کہ اس تمام عرصے میں، پہلی بار اس پر شک کیا گیا تھا۔

☆☆

سنیڈ اور اس کے چار ساتھیوں کو جرمنوں نے پابند کر دیا تھا کہ وہ لوگ روزانہ صبح کو مقامی پولیس اسٹیشن آ کر اپنی حاضری دیا کریں۔ سنیڈ ایک صحافی تھا اور جرمنوں کو اندازہ تھا کہ یہ شخص اپنے وطن کی آزادی کے لیے جدوجہد کا آغاز کر سکتا ہے۔ ویسے وہ لوگ ابھی تک سنیڈ پر کوئی الزام ثابت نہیں کر پائے تھے۔ سنیڈ ایک ایسا باخبر آدمی تھا جس نے ٹام کو بہت ساری معلومات فراہم کی تھیں۔ ٹام جب بھی اپنی دہری شخصیت کا کردار ادا کرتے کرتے پریشان ہو جاتا تو سنیڈ ہی کے پاس چلا جاتا اور سنیڈ اسے تسلی دیا کرتا، اس کی حوصلہ افزائی کیا کرتا۔ ٹام بہت چھپ چھپا کر سنیڈ کے گھر میں داخل ہوتا تھا اور گھنٹوں بیٹھا رہتا۔ اسے یہاں آ کر سکون ملتا تھا۔

ایک شام ٹام جب سنیڈ کے پاس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک پارسل دبا ہوا تھا۔ وہ پارسل جرمن اخبارات سے لپٹا ہوا تھا۔ سنیڈ اسے دیکھ کر بہت حیران ہوا۔ ٹام اپنے ساتھ ایک نیا ٹرانسمیٹر لایا تھا اور سنیڈ سے اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ سنیڈ نے اسے اس نئے ٹرانسمیٹر کے استعمال کا طریقہ سمجھا دیا۔ ٹام نے اسے بتایا کہ نازیوں کی ایک میٹنگ میں انقلاب بذریعہ پروپیگنڈہ کے موضوع پر اسے تقریر کرنی ہے۔ سنیڈ نے اسے ایک دو کتابوں کے نام بتا دیے۔ جن کی مدد سے ٹام اپنی تقریر کو زوردار بنا سکتا تھا...... ٹام کی تقریر بے حد پسند کی گئی۔ نازیوں میں اس کی دھوم مچ گئی۔ اس کے کارناموں کی پوری رپورٹ جرمنی روانہ کر دی گئی۔ جہاں یہ فیصلہ کیا گیا کہ ناروے کے مقامی نازیوں کی حوصلہ افزائی کے لیے ایک مرکزی وزیر کو بھیجا جائے گا۔ اس خبر نے جورڈ کے نازیوں میں ہلچل مچا دی۔ سب کے سب مرکزی وزیر کو ننگ کے استقبال کی تیاریاں کرنے لگے۔ جگہ جگہ پوسٹرز چپکائے جانے لگے۔ گلی گلی اعلان کر دیا گیا۔ ہر آدمی کو یہ بتایا گیا کہ اگر اس نے مرکزی وزیر کے استقبال میں حصہ نہ لیا تو اسے نہ صرف نوکری سے ہاتھ دھونا پڑیں گے بلکہ ہو سکتا ہے، سزا بھی ملے اور تقریری جلسے میں شریک نہ ہونے والا شخص جرمنوں کا دشمن تصور کیا جائے گا۔

لیکن ان سب دھمکیوں اور کارروائیوں کے باوجود جورڈ کے گلی کوچوں میں سناٹا چھایا رہا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے پورا شہر ہی گھروں میں بند ہو گیا ہو۔ اکا دکا شرابیوں اور آوارہ گردوں کے علاوہ کوئی بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ مقامی نازی حکام اور جرمن پولیس کے لوگ بوکھلائے ہوئے دوڑ رہے تھے پھر یہ فیصلہ کیا گیا کہ لوگوں کو زبردستی ان کے گھروں سے نکال کر لایا جائے۔ یہ کام ٹام کے سپرد کیا گیا کیوں کہ وہ مقامی نازی تنظیم کا سربراہ تھا۔ ٹام نے اس موقع پر بھی اپنی ہوشیاری کا ثبوت دیتے ہوئے ایسے لوگوں سے ملاقات کی جو اس کی دہری شخصیت سے واقف تھے۔ وہ لوگ اپنے دوستوں اور رشتے داروں کو لے کر میٹنگ ہال پہنچ گئے۔ جہاں وزیر کی تقریر ہونے والی تھی۔ ٹام کے اس اقدام نے نازیوں کی نگاہ میں اس کی اہمیت اور بڑھا دی۔

تقریر شروع ہونے سے کچھ ہی پہلے ٹام، نازی لیڈروں سے کچھ دیر کے لیے بہانہ بنا کر اپنے فارم ہاؤس آ گیا۔ اس نے یہاں تک پہنچنے کے لیے آندھی اور طوفان کی رفتار سے موٹر سائیکل چلائی۔ اپنے کمرے میں پہنچ کر اس نے ٹرانسمیٹر نکالا اور ایک اہم پیغام لندن روانہ کر دیا۔ وہ پیغام یہ تھا کہ سنیڈ اور اس کے کچھ ساتھی ایک جرمن لانچ کو اغوا کر کے اتحادیوں کے کسی ساحل تک جانے والے ہیں۔ ان لوگوں کے لیے جورڈ میں بہت دشواریاں پیدا ہو گئی تھیں۔ اس لیے وہ اب یہاں رہنا نہیں چاہتے تھے۔ پیغام بھیجنے کے بعد ٹام دوبارہ میٹنگ ہال میں واپس آ گیا، جہاں مرکزی وزیر کی تقریر جاری تھی۔ اسی شام جرمن لانچ اغوا کر لی گئی۔ وہ لانچ مسافر بردار تھی۔ سنیڈ اور اس کے ساتھی، مسافروں کی طرح لانچ میں سوار ہوئے لیکن کچھ دور آنے کے بعد انہوں نے اپنے ہتھیار کے ذریعے لانچ کے عملے کو بے بس کر کے رخ اتحادیوں کے قریبی ساحل کی طرف موڑ دیا۔ رات میں ٹام کو لندن سے یہ بتایا گیا کہ سنیڈ اور اس کے ساتھی بغیر کسی دشواری یا خون خرابے کے ساحل تک پہنچ گئے۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

لانچ اغوا کرنے کے بعد ٹام اور اس کے ساتھیوں نے فارم ہاؤس کے ٹرانسمیٹر کو پوشیدہ رکھنے کی ایک ترکیب نکال لی۔ انہوں نے ٹرانسمیٹر تحریک کے ایک شخص اینڈرسن کے حوالے کردیا۔ اینڈرسن کا کام یہ تھا کہ جس وقت فارم ہاؤس کے ٹرانسمیٹر سے کوئی پیغام لندن بھیجا جائے ٹھیک اسی وقت وہ بھی کسی جگہ سے اسی فریکوئنسی پر لندن پیغام بھیجنا شروع کردے۔ اس طرح جرمنوں کی توجہ کئی طرف بٹ جائے گی اور وہ اصل ٹرانسمیٹر کو ڈھونڈتے رہ جائیں گے۔ یہ ترکیب کامیاب ثابت ہوئی اور جرمن واقعی بوکھلا کر رہ گئے۔ وہ ٹرانسمیٹر کی تلاش میں مختلف جگہوں پر دوڑنے لگے۔ بہت دنوں کے بعد ٹام نے اپنے فارم ہاؤس میں سکون محسوس کیا۔

یہ ٹرانسمیٹر کیرل کے تعاون سے مختلف مقامات پر پہنچا دیا جاتا تھا۔ کیرل ایک ایسا آدمی تھا جو پہلے مال برداری کے ٹرک چلایا کرتا تھا۔ پھر اس نے نازیوں کا اعتماد حاصل کرلیا اور پھر نازی اس پر اتنا بھروسہ کرنے لگے کہ کیرل، نازیوں کا سامان بھی اوسلو اور دوسرے شہروں میں لے جانے لگا۔ اسے خبریں اور معلومات حاصل کرنے کے ذرائع حاصل تھے۔ اسی لیے اس کے ذریعے بہت سی اہم خبریں لندن بھیجی جا چکی تھیں۔

30 اپریل کو کرمز نے یہ جان لیا کہ خفیہ ٹرانسمیٹر کو قائم کرنے میں کس کا ہاتھ ہے۔ اتفاق سے اسے جو نام معلوم ہوا وہ کیرل کا تھا۔ یہ نام ایک مقامی ایجنٹ کے ذریعے معلوم ہوا۔ گزشتہ ایک برس سے اس خفیہ ٹرانسمیٹر نے اس کا ناک میں دم کر رکھا تھا۔ اب کرمز کو اس آدمی کا نام معلوم ہوگیا تھا اگر وہ اس کے ہاتھ آجاتا تو متعلقہ دوسرے افراد بھی گرفتار ہوجاتے۔

اس رات ویگو جب نازی ہیڈ کوارٹر پہنچا تو اس کی ڈیوٹی ریلوے اسٹیشن پر لگادی گئی۔ ویگو بھی ایک مقامی آدمی تھا۔ لیکن نازی اس پر بھروسہ کرتے تھے۔ وہ کئی بار گسٹاپو

کے لیے کام کرچکا تھا۔ اسے ایک تصویر دکھائی گئی ...... اور بتایا گیا کہ یہ شخص رات کی گاڑی سے اسٹیشن پہنچنے والا ہے ...... اسے گرفتار کرلیا جائے۔ ویگو اس آدمی کو اچھی طرح پہچانتا تھا۔ وہ اس کا دوست کیرل تھا۔ ریلوے اسٹیشن پہنچ کر وہ بے قراری کے عالم میں ادھر سے ادھر ٹہلنے لگا۔ کیرل کی گاڑی کچھ ہی دیر بعد اسٹیشن پر آنے والی تھی اس کی جان بچانے کا ایک ہی طریقہ تھا کہ کسی طرح اسے اسٹیشن تک نہ آنے دیا جائے۔ پورے اسٹیشن پر نازی اور گسٹاپو کے اہلکار، سادہ لباس میں، گھومتے پھر رہے تھے۔ ویگو کو اچھی طرح معلوم تھا کہ ایک بار ان کے ہاتھ لگنے کا مطلب کیا ہوسکتا ہے۔ پھر کیرل کی زندگی کی ضمانت نہیں دی جاسکتی تھی۔

معاً ویگو کے ذہن میں ایک ترکیب آگئی اس نے موقع پاکر اپنے ایک دوست رالف کو فون کیا اور اسے جلد سے جلد اسٹیشن پہنچنے کی تاکید کی۔ گزرنے والا ہر لمحہ کیرل کی موت کو قریب سے قریب تر لاتا جارہا تھا۔ کچھ دیر بعد رالف بھی اسٹیشن پر پہنچ گیا۔ ویگو نے ایک لمحہ کی تاخیر کیے بغیر اسے ساری بات بتادی۔ ریل کے آنے میں آدھ گھنٹہ باقی تھا جورڈ کے اسٹیشن سے پہلے وہ ریل ایک جگہ رک کر پانی لیا کرتی تھی۔ بس یہی وہ ذریعہ تھا جس کے سہارے کیرل کو بچایا جاسکتا تھا۔ رالف کی سمجھ میں ساری بات آگئی تھی۔ وہ کچھ اور پوچھے بغیر آندھی کی سی تیز رفتاری کے ساتھ دوڑتا ہوا اسٹیشن سے باہر چلا گیا۔ دوسرے اسٹیشن تک جانے کے لیے اس نے کرائے کی ایک گاڑی لی۔ گاڑی برق رفتاری کے ساتھ اس اسٹیشن کی طرف دوڑنے لگی جہاں کیرل کی ریل پانی لے رہی تھی۔

کیرل کو ابھی زندہ رہنا تھا اس لیے رالف اس تک پہنچنے میں کامیاب ہوگیا ...... پھر جب وہ ٹرین جورڈ کے اسٹیشن پر پہنچی تو کیرل اس میں سے غائب ہوچکا تھا۔

ناجا کو بھی یہ خبر مل گئی کہ کیرل کی جان خطرے میں ہے۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے بچپن کے دوست تھے اور ناجا اپنے دوست کو بچانے کے لیے سب کچھ کرسکتا تھا لیکن اسے یہ نہیں معلوم ہوسکا کہ کیرل عین وقت پر ریل سے فرار ہوچکا ہے پھر اسے یہ خطرہ بھی تھا کہ اگر کیرل کسی طرح ریل سے بچ گیا تو سیدھا اپنے گھر کا رخ

کرے گا اور اس کا گھر گسٹاپو کی نگاہ میں تھا۔ سادہ لباس میں خفیہ پولیس کے لوگ، کیرل کے مکان کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھے۔ ناجا نے اپنی سائیکل اٹھائی اور کیرل کے گھر کی طرف روانہ ہوگیا۔ وہ اسے خطروں سے خبردار کرنا چاہتا تھا لیکن اسے کیرل اپنے گھر کی طرف آتا ہوا دکھائی نہیں دیا۔ البتہ اس طرح وہ خود گسٹاپو کی نگاہ میں آگیا۔ کچھ ہی دیر بعد گسٹاپو کے ایجنٹ، ناجا کے مکان کے دروازے پر دستک دے رہے تھے۔

جورڈ کے ٹرانسمیٹر کا کیس جس شخص کے پاس تھا اس کا نام لیپ تھا۔ لیپ دوسرے نازیوں اور گسٹاپو کے ایجنٹوں کے برعکس ایک مہذب آدمی تھا۔ اس کے پاس راز اگلوانے کے طریقے مختلف تھے۔ وہ پسکی کے برعکس ہر معاملے میں تشدد کا قائل نہیں تھا بلکہ وہ قیدیوں پر نفسیاتی حربے استعمال کیا کرتا۔ وہ اپنی باتوں اور ہمدردانہ رویے سے ان کی ہمدردیاں حاصل کرلیا کرتا تھا۔ قیدی اسے پسند کرنے لگتے تھے اور اس طرح سے وہ ان سے راز اگلوانے میں کامیاب ہوجاتا۔ ویسے بھی وہ ایک ایسا آدمی تھا جسے آرٹ سے دلچسپی رہی تھی۔ وہ مقبوضہ علاقوں کے گھروں میں جایا کرتا اور جو پینٹنگ اسے اچھی لگتی ...... اسے خرید لیتا جب کہ دوسرے ایسا نہیں کرتے تھے۔

اور اب ناجا اسی آدمی کے دفتر میں اس کے سامنے بیٹھا تھا۔ جرمن ہونے کی حیثیت سے لیپ کو حریت پسندوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی لیکن اس کے طریقے مختلف تھے۔ اس نے یہ بات بھانپ لی تھی کہ ناجا ایک ایسا آدمی ثابت ہوگا جو کسی طور بھی کچھ نہیں بتائے گا۔ چاہے اس پر نفسیاتی دباؤ ڈالا جائے یا جسمانی تشدد کیا جائے۔ اسی لیے اس نے ناجا سے راز اگلوانے کے لیے ایک بالکل ہی الگ طریقہ اختیار کیا۔ اس نے اپنی ذہانت سے یہ اندازہ لگالیا تھا کہ ناجا اس طریقے کے سامنے بے بس ہوجائے گا۔ وہ جواب دینے پر مجبور ہوجائے گا۔

کچھ دیر بعد ہی، جرمن فوجی، ناجا کی ماں کو وہاں لے آئے۔ ناجا اپنی ماں کو دیکھ کر تڑپ اٹھا۔ دنیا میں بہت ہی کم ماں، بیٹے ایک دوسرے سے اس قدر محبت کرتے

ہوں گے، جتنی محبت ان دونوں میں تھی۔ اس کی ماں کو لانے والے فوجی اس کے ساتھ بڑی بے رحمی اور درشتی کا سلوک کر رہے تھے۔ وہ دھکے دے دے کر اسے آگے بڑھا رہے تھے۔ لیپ کے چہرے پر اطمینان کی لہر دوڑ گئی۔ اس کا حربہ کامیاب ثابت ہو رہا تھا۔ ناجا جنونی انداز میں کرسی سے کھڑا ہوا اور اس نے ایک زوردار گھونسہ لیپ کے چہرے پر رسید کردیا۔ لیپ کرسی سے نیچے لڑھک گیا۔ وہ بہت دیر تک اسی حالت میں پڑا رہا لیکن دونوں فوجیوں نے ناجا کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی۔ وہ تربیت یافتہ فوجی تھے۔ وہ اگر چاہتے تو ناجا کو گولی بھی مار سکتے تھے۔ لیکن انہیں معلوم تھا کہ مُردہ شخص بات نہیں کیا کرتے اس لیے انہوں نے بجائے ناجا سے کچھ کہنے کے، اس کی ماں کے ہاتھوں کو مروڑنا شروع کردیا۔ ناجا اپنی ماں پر یہ ظلم برداشت نہیں کرسکتا تھا۔

دوسری صبح جب ٹام اور اس کے ساتھیوں کو ناجا کی گرفتاری کی خبر ملی تو ان پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ ناجا ان کے لیے مشعل راہ تھا۔ اس نے ہی انہیں آزادی کے راستے دکھائے تھے۔ مادرِ وطن کے لیے اس نے بہت کچھ کیا تھا۔ بڑی قربانیاں دی تھیں۔ اس کی باتوں اور اس کے طرزِ عمل سے انہیں حوصلہ ملتا تھا آزادی کی صبح کا تعین ہوجاتا تھا اور اب ان کا رہنما گسٹاپو کے ہاتھ میں تھا۔ انہیں اس کا مکمل یقین تھا ...... کہ ناجا کبھی اپنے ساتھیوں کا نام نہیں بتائے گا۔ دنیا کا بدترین تشدد بھی اسے زبان کھولنے پر مجبور نہیں کرسکتا تھا۔ ٹام نے ہمت نہیں ہاری۔ وہ ناجا کو آزاد کرانے کی ترکیبیں سوچنے لگا۔ ناجا ابھی تک جورڈ ہی میں موجود تھا۔

دوسرے ہی دن ٹام نے لیپ سے ملاقات کی۔ جو ناجا کو گرفتار کرنے کے بعد بہت خوش اور مطمئن دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے ٹام کو بتایا کہ ناجا کو گسٹاپو کے ہیڈ کوارٹر کرسچن بھیجا جارہا ہے۔ ٹام یہی معلوم کرنا چاہتا تھا۔ اس کے ساتھی راستے سے ناجا کو رہا کرواسکتے تھے۔ اس کا منصوبہ بہت سیدھا سادا تھا ناجا کو گسٹاپو کے لوگ ایک کار کے ذریعے جورڈ سے لے جانے والے تھے کرنا یہ تھا کہ اس کار کو راستے میں روک کر ناجا کو رہا کرالیا جاتا اور گسٹاپو کے آدمیوں کو ہلاک کر کے اسی کار

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

میں ان کی لاشوں کو ٹھونس کر کسی جنگل میں پھینک دیا جاتا تھا۔ اس جنگل کے دونوں طرف جھیلیں ہی جھیلیں تھیں لیکن بدقسمتی سے لیپ نے عین وقت پر پروگرام میں تبدیلی کر دی۔ اس نے ناجا کو ایک اہم مجرم جان کر خود ہی لے جانے کا فیصلہ کیا۔

ٹام نے پھر بھی ہمت نہ ہاری۔ اس نے ویگو سے رابطہ قائم کیا۔ ویگو کے، کرچن کی جیل حکام سے بہت اچھے تعلقات تھے۔ اس نے ایک خط ناجا تک، ویگو کے ذریعے بھجوا دیا۔ اس نے لکھا تھا کہ اس جیل سے بھی اس کے فرار کے انتظامات کیے جا سکتے ہیں۔ بس ناجا تیار رہے لیکن ناجا اس کے لیے تیار نہیں تھا۔ وہ فرار ہونے سے ہچکچا رہا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ اس کی قید زیادہ دنوں کی نہیں ہوگی کیوں کہ جرمن اس کے خلاف کچھ ثابت نہیں کر سکتے۔ اس لیے وہ اسے زیادہ دنوں تک قید میں نہیں رکھ سکیں گے۔ اس کی ہچکچاہٹ کی دوسری وجہ یہ تھی کہ وہ جانتا تھا کہ اگر وہ فرار ہو گیا تو جرمن اس کی بے سہارا ماں پر تشدد کے پہاڑ توڑیں گے، وہ ان کے طریقوں سے واقف تھا۔

ٹام جانتا تھا کہ ناجا سے بات اگلوانے کے لیے ہر طریقہ استعمال کیا جائے گا لیکن اسے یہ بھی معلوم تھا کہ وہ اپنی زبان نہیں کھولے گا پھر اسے تفتیش کے بعد جیل بھیج دیا جائے گا۔ اب ایک ہی طریقہ رہ جاتا تھا کہ برطانوی طیارے اس جیل پر بمباری کر دیں۔ اس طرح افراتفری میں بہت سے قیدیوں کے ساتھ ناجا کو فرار ہونے کا موقع مل جائے گا لیکن یہ منصوبہ ناقابل عمل تھا۔ اس نے اپنے طور پر لندن کے حکام کو بمباری کرنے کی درخواست بھی کی لیکن اس کی درخواست پر غور نہیں کیا گیا۔ وہ لوگ ایک قیدی کے لیے اتنا بڑا خطرہ نہیں لے سکتے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ناجا کو کیمپ روانہ کر دیا گیا، جہاں بدترین لمحے اس کا انتظار کر رہے تھے۔

☆☆

موسم بہار کی ایک صبح ٹام نے اوسلو کے نازی ہیڈ کوارٹر سے ایک خط موصول ہوا۔ یہ خط بہت اہم تھا اور اس میں ٹام کو یہ ہدایت کی تھی کہ فوراً اوسلو پہنچ کر اپنی نئے ذمے داریاں سنبھال لے۔ اس خط نے ٹام کو الجھن میں ڈال دیا تھا۔ اگر وہ اوسلو چلا جاتا تو اس کا سارا کام ختم ہو کر رہ جاتا۔ اس ٹرانسمیٹر سے کام صرف فارم ہاؤس میں ہی لیا جا سکتا تھا۔ اوسلو چلے جانے کی صورت میں وہ ٹرانسمیٹر بھی بے کار ہو کر رہ جاتا اور اتحادیوں سے حریت پسندوں کا رابطہ بھی ختم ہو جاتا۔ وہ بہت دیر تک کرسی پر بیٹھا...... اس مسئلے پر سوچتا رہا پھر اسے یاد آیا کہ ایک بار ایک فوجی کو صرف اس لیے چھٹی دے دی گئی تھی کہ ایک حادثے میں اس کی ایک انگلی بے کار ہو گئی تھی۔ وہ خود بھی اس قسم کا کوئی حادثہ تخلیق کر سکتا تھا۔ موٹر سائیکل پر آتے جاتے اس قسم کا کوئی حادثہ غیر معمولی نہیں ہوا کرتا اگر اسے تھوڑی سی بھی چوٹیں آ جاتیں تو اسپتال میں اس کے جسم پر پٹیاں باندھی جا سکتی تھیں۔ اس کے بعد وہ ملٹری سروس کے لیے یقیناً نااہل قرار دے دیا جاتا۔

حادثے کی ترکیب یہ تھی کہ اپنی موٹر سائیکل کو سڑک کے کنارے ابھرے ہوئے بڑے پتھر سے ٹکرا دیا جائے۔ اس طرح تھوڑی بہت چوٹ بھی آ جاتی اور موٹر سائیکل کو بھی نقصان پہنچ سکتا تھا۔ یہ دونوں صورتیں حادثے کو حقیقی رنگ دینے کے لیے کافی تھیں لیکن بدقسمتی یہ ہوئی کہ اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ بڑا پتھر اپنی جگہ چھوڑ چکا ہے۔ اس لیے اس کی موٹر سائیکل جب اس پتھر سے ٹکرائی تو وہ اپنی جگہ سے اکھڑ گیا۔ اس کے ساتھ ہی ٹام کی موٹر سائیکل ہوا میں اچھلی اور وہ دونوں لڑھکتے ہوئے نشیب میں جا گرے...... حادثہ خطرناک ہو چکا تھا۔ وہ جگہ ایسی تھی جہاں ہر وقت لوگوں کی آمدورفت رہا کرتی لیکن کسی نے بھی ٹام جیسے غدار کو اٹھانے اور اس کی مدد کرنے کی کوشش نہیں کی۔ وہ بہت دیر تک نشیب میں پڑا کراہتا رہا۔ بالآخر کسی نے اسپتال فون کر دیا اور وہاں سے ایک ایمبولینس جائے حادثہ پر پہنچ گئی لیکن اس وقت تک ٹام بے ہوش ہو چکا تھا۔

ٹام کی ایک ٹانگ کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔ اس کی ٹانگ پر پلاسٹر چڑھا دیا گیا۔ اسپتال میں اس کا علاج تو ہو رہا تھا لیکن ڈاکٹروں اور نرسوں کا رویہ اس کے لیے تکلیف دہ تھا۔ وہ اس کے ساتھ انتہائی بے رخی کے ساتھ پیش آتے تھے۔ وہ اس کے علاج کے سلسلے میں، بس اپنا فرض ہی نبھا رہے تھے۔ اس کے علاوہ وہ نہیں اس مریض سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ البتہ کبھی کبھی نازی حکام اس کی عیادت کے لیے آ جایا کرتے۔ نازی حکام کے سامنے ٹام اپنی مجبوری بیان کرنے لگتا، اس کی باتوں سے یہ ظاہر ہوتا کہ اسے اوسلو نہ جانے کا بہت دکھ ہوا ہے۔ تو نازی حکام اسے تسلیاں دینے لگتے۔ ان کے خیال میں نازیوں اور جرمن نظریات کا اتنا کٹر حامی مشکل ہی سے مل سکتا تھا۔

ٹام کی چوٹ بہتر علاج اور توجہ سے کچھ دنوں کے بعد ٹھیک ہو سکتی تھی۔ لیکن ڈاکٹر اسے اسپتال میں رکھنا چاہتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ یہ خطرناک شخص جتنے دنوں تک اسپتال میں رہے گا، ان کا ملک اس کی غداری سے محفوظ رہے گا جب کہ دوسری طرف ٹام کو ہر حال میں اسپتال سے باہر جانا تھا۔ ابھی بہت سے کام پڑے ہوئے تھے اور اس کے بغیر ان کاموں کی تکمیل نہیں ہو سکتی تھی۔ صوفی اکثر اسے دیکھنے کے لیے آ جایا کرتی تھی۔ ایک دن ٹام نے ایڈی کو صوفی کے ہاتھ سے یہ پیغام بھجوایا کہ اسے جلد سے جلد اسپتال سے رہائی دلوائی جائے۔ ایڈی نے اسی دن اسپتال کے ڈاکٹروں سے ملاقات کر کے انہیں ٹام کے بارے میں بتا دیا۔ ڈاکٹروں کو یہ جان کر حیرت ہوئی کہ وہ لوگ جسے غدار سمجھ رہے تھے، وہ اتنا بڑا محب وطن ہوگا۔ ڈاکٹروں نے نئے سرے سے ٹام کے زخموں پر توجہ دی۔ تین دنوں کے بعد ٹام اس قابل ہو گیا کہ اسے اسپتال سے باہر بھیج دیا جائے۔ ویسے اس کی ٹانگ پوری طرح ٹھیک نہیں ہوئی تھی اور نہ ہی اس کی گردن کے زخم بھرے تھے پھر بھی وہ اپنا فرض ادا کرنے کے قابل ہو ہی گیا تھا۔

☆☆

ٹام ایک بار پھر نازیوں کی میٹنگوں میں شریک ہونے لگا۔ وہ ان کی صحبت میں گھنٹوں بیٹھا رہتا۔ اس نے اپنا طریقہ کار یہ رکھا تھا کہ وہ خود تو کم سے کم باتیں کرتا لیکن اس کی کوشش یہ ہوتی کہ جرمنوں سے زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کر لی جائیں۔ وہ جیسے جیسے جرمنوں کے قریب ہوتا جا رہا تھا، حریت پسند اتنا ہی اطمینان محسوس کرنے لگے تھے۔ البتہ کچھ لوگوں کو اس بات سے تشویش بھی تھی۔ ان کا خیال تھا کہ ٹام کو اتنا قریب نہیں جانا چاہیے۔ ورنہ وہ جرمنوں کے معاملات میں الجھ کر رہ جائے گا لیکن ٹام کو اپنے طریقہ کار پر اعتماد تھا۔ اس نے ایک برس سے یہ ناٹک رچا رکھا تھا اور ابھی تک شک و شبہے سے بالاتر تھا۔ وہ اس بات سے اچھی طرح واقف تھا کہ وہ جتنا جرمنوں کے قریب ہوتا جائے گا، اتنا ہی وہ اور ٹرانسمیٹر محفوظ ہوتے جائیں گے۔ اس ٹرانسمیٹر کو بچانے کی یہی ترکیب تھی کہ ٹام جرمنوں کی آنکھوں پر اپنی وفاداری اور دوستی کی پٹی باندھے رکھے۔

ٹام کو ایڈی کی فکر تھی۔ وہ ایک کاآمد آدمی تھا لیکن جرمن اس کی طرف سے کھٹک گئے تھے۔ اسے احساس تھا کہ شاید جرمنوں کو اس کی زیرزمین سرگرمیوں کے بارے میں اندازہ ہو گیا ہے۔ مقامی طور پر لیپ، ایڈی کے لیے بہت باتیں کرتا تھا۔ ٹام کو جرمنوں کے لہجے پہچاننے کا فن آ گیا تھا۔ وہ اندازہ لگا لیتا تھا کہ جس آدمی کے بارے میں باتیں کی جا رہی ہیں، اس پر جلد ہی عتاب نازل ہونے والا ہے یا عتاب کے آنے میں دیر ہے۔ اس نے ایک دن بڑی ہوشیاری کے ساتھ ایڈی تک اپنی تشویش پہنچا دی۔ اس سے پہلے کہ ایڈی اپنے بچاؤ کی کوئی ترکیب کر سکتا اسے گرفتار کر لیا گیا...... گسٹاپو کے دفتر میں، اس سے بہت پوچھ گچھ کی گئی لیکن جرمن اس سے کچھ معلوم کرنے میں ناکام رہے۔

پسکی نے ایڈی پر خاص توجہ دی تھی۔ اس نے پیشکش کی کہ اگر ایڈی نازیوں کے لیے کام کرنا پسند کرے تو اسے رہا کیا جا سکتا ہے۔ نازیوں کو مقامی بااثر لوگوں کی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

تلاش تھی۔ اسی لیے انہوں نے ایڈی کو اس میں لانے کی کوشش کی تھی۔ ایڈی نے منصوبے کے مطابق [illegible] اور اس کے ذمے یہ کام لگایا گیا کہ وہ ہفتے میں ایک بار اپنی رپورٹ نازی کے دفتر میں پیش کیا کرے۔ اس کا کام یہ تھا کہ وہ مقامی مشکوک لوگوں کی فہرست تیار کرے۔ ایسے لوگوں کی جن پر حریت پسندوں کی حمایت کرنے کا شبہ تھا۔ اس کے علاوہ وہ تفصیل کے ساتھ مقامی باشندوں کی ذہنیت کا تجزیہ کرے۔ ایڈی نے ہدایات کے مطابق رپورٹ بھیجنی شروع کردی لیکن اس کی رپورٹ میں سوائے جذبات اور تفصیلات کے اور کچھ بھی نہیں ہوتا تھا۔ ان رپورٹوں کو پڑھ پڑھ کر مقامی حکام تنگ آگئے اور انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ ایڈی ان سب کو بے وقوف بنانے کی کوشش کر رہا ہے۔ لہٰذا اس کی دوبارہ گرفتاری کا فیصلہ کیا گیا۔ یہ بات ٹام کو معلوم ہوگئی تھی۔ اس نے ایڈی تک یہ خبر پہنچادی اور وہ اپنی بیوی کو لے کر عین وقت پر برطانیہ فرار ہونے میں کامیاب ہوگیا۔

☆☆

ناجا کی گرفتاری کے بعد دوسرے دن برطانوی جاسوس ہیگن، پیراشوٹ کے ذریعے ناروے پہنچ گیا۔ اسے ہدایت کی گئی تھی کہ وہ جورڈ جا کر ٹام سے ملاقات کرے اور اس کے ساتھ مل کر کام کرے۔ اسے پیراشوٹ کے ذریعے اترنے میں بہت دشواری ہوئی تھی۔ اس رات ہوا بھی تیز چل رہی تھی اور بادل بھی چھائے ہوئے تھے۔ اسی لیے وہ مقررہ مقام سے بہت دور اترا تھا۔ اسے ڈر تھا کہ کہیں جرمن جاسوس اسے دیکھ نہ لیں لیکن ایسا کوئی سانحہ نہیں ہوا۔ وہ کرچن تک بخیر وخوبی پہنچنے میں کامیاب ہوگیا۔

کرچن پہنچ کر ہیگن نے ایک ایجنٹ ڈاکٹر سے ملاقات کی۔ ڈاکٹر پہلے بھی اس کے کام آتا رہا تھا۔ اس بار بھی اس نے ہیگن کے لیے ایک ریوالور، کارتوس اور گاڑی کا انتظام کردیا۔ ہیگن ایک لمبا چکر کاٹ کر جورڈ پہنچ گیا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ بجائے ٹام کے پاس جانے کے گاڑی کو کسی جگہ کھڑی کرکے پیدل چلتا ہوا ناجا کے گھر جائے گا کیوں کہ وہیں ٹام سے اس کی ملاقات طے ہوئی تھی۔

ٹام اندھیرا ہونے کے بعد نازیوں کی وردیوں میں ملبوس جب وہاں پہنچا تو ہیگن کے علاوہ سنیڈ بھی موجود تھا۔ جو گستاپو سے بچتا پھر رہا تھا، جس نے چھپنے کے لیے ناجا کے گھر کا انتخاب کیا تھا۔ ٹام کو دیکھ کر ہیگن کو مایوسی ہوئی تھی۔ اس کے خیال میں آزادی کی جنگ لڑنے والے شخص کو دیوہیکل، تندخو ہونا چاہیے تھا۔ اس کے برعکس ٹام ایک سیدھا سادہ نرم مزاج نوجوان تھا لیکن اس کا تجزیہ بہت درست تھا۔ اس نے ان دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

”سب سے پہلے تو تم دونوں یہاں سے چل دو۔ ناجا کے گھر میں رہنا خطرناک ہے۔ تمہیں فوراً فارم ہاؤس پہنچنا چاہیے۔“

ان کو فارم ہاؤس تک لے جانے کا کام بھی ٹام نے انجام دیا۔ اس نے اپنی موٹر سائیکل پر باری باری دونوں کو فارم ہاؤس پہنچادیا۔ ٹام کی جبلت نے اسے احساس دلا دیا تھا کہ ناجا کے گھر میں خطرہ ہے اور وہی ہوا۔ ان کے چلے جانے کے کچھ دیر بعد لیپ نے ناجا کے گھر پر چھاپہ مارا لیکن اسے وہاں کوئی نہ مل سکا اگر ٹام سے ذرا بھی دیر ہوجاتی تو وہ دونوں مصیبت میں گھر گئے ہوتے۔ سنیڈ نے فارم ہاؤس پر قیام نہیں کیا تھا۔ وہ دوسرے دن فارم ہاؤس پر چلا گیا تھا پھر وہ چھپ چھپا کر سویڈن پہنچا اور وہاں سے برطانیہ روانہ ہوگیا۔

فارم ہاؤس اور اس کا قرب وجوار، ہیگن کے لیے بہت کارآمد ثابت ہوا۔ یہاں رہ کر وہ دوسرے علاقوں میں آجا اور اپنے کام بخوبی انجام دے سکتا تھا۔ ہیگن کے جعلی کاغذات یہ ثابت کرتے تھے کہ اس کا نام پیٹر تھا اور وہ اسرائیل میں پیدا ہوا تھا۔ وہ کھیتی باڑی کے کاموں سے واقفیت رکھتا تھا۔ اسی لیے ٹام نے اسے اپنا مددگار مقرر کیا تھا۔ وہ دونوں جلد ہی اچھے دوست بن گئے تھے۔ ہیگن کو احساس ہوگیا کہ ٹام کو سمجھنے میں اس نے غلطی کی تھی۔ ٹام ایک ایسا آدمی تھا جو اپنے مسکراتے ہوئے نرم چہرے کے پیچھے آہنی ارادے رکھتا تھا۔ اسے مرعوب کرنا مشکل تھا۔

جرمنوں نے ابھی تک ٹرانسمیٹر کی تلاش کا کام ترک نہیں کیا تھا۔ بلکہ اب وہ ایک چھوٹا سا ہوائی جہاز استعمال کرنے لگے تھے۔ وہ جہاز ٹرانسمیٹر پر پیغام بھیجنے کے وقت ٹھیک پانچ منٹ قبل نمودار ہوتا اور پورے علاقے پر چکر لگانے لگتا۔ دوسری طرف گستاپو اور نازیوں کے سرکردہ افراد، فارم ہاؤس آتے رہتے تھے۔ جہاں انہیں سکون ملتا تھا اور جہاں خوش اخلاق ٹام ان کی خاطر مدارت کے لیے تیار رہتا۔ ان لوگوں نے ہیگن کو بھی پسند کیا تھا کیونکہ وہ بھی ایک ہنس مکھ نوجوان تھا اور اپنے لطیفوں سے جرمنوں کو محظوظ کرتا رہتا تھا۔

عام طور پر جب ٹرانسمیٹر سے پیغام بھیجنے کا وقت ہوتا اس وقت ہیگن باہر کھڑے ہوکر نگہبانی کیا کرتا۔ ایک دن وہ فارم ہاؤس کے اردگرد گھوم پھر کر جب فارم ہاؤس واپس آیا تو اس نے ڈرائنگ روم میں چار پانچ جرمنوں کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔ ہیگن ان لوگوں کو دیکھ کر بوکھلا گیا۔ اس کی بوکھلاہٹ کی ایک وجہ یہ تھی کہ پیغام بھیجنے کا وقت ہوگیا تھا اور دوسری وجہ یہ تھی کہ ٹام دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

پھر اس کے حساس کانوں نے اوپری منزل پر ہونے والی ٹک ٹک سن لی۔ ٹام اپنے کام میں مصروف تھا اسے خبر نہیں تھی کہ نیچے جرمن فوجی بیٹھے ہوئے ہیں۔ خیر یہ ہوئی تھی کہ جرمنوں نے یہ آواز نہیں سنی تھی۔ خطرہ سامنے آگیا تھا۔ اس کے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ دوڑ کر ٹام کو خبردار کرسکتا۔ اس نے کتابوں کے شیلف کے پاس جا کر نامحسوس انداز سے شیلف کو ٹھوکر ماردی۔ تمام کتابیں نیچے گر پڑیں۔ اچھا خاصا شور مچ گیا۔ جرمن فوجی بھی اس شور کو سن کر چونک پڑے پھر ہیگن نے ہنسنا شروع کردیا۔ وہ بھی اس کے ساتھ قہقہے لگانے لگے۔ وہ خطرہ کتابیں اٹھانے، ہنسنے اور زور زور سے باتیں کرنے میں ٹل گیا۔

☆☆

ٹام نے اپنے رویے سے نازیوں کے دلوں میں اپنی جگہ بنائی تھی۔ وہ اس کے مشوروں کو قدر کی نگاہ سے دیکھنے لگے تھے۔ بعض اوقات وہ ان کے جلسوں میں اتنی زوردار تقریر کرتا کہ خود اسے اپنے آپ پر حیرت ہونے لگتی۔ وہ لوگ اسے پسند کرتے تھے لیکن دوسری طرف وہ اپنے مستقبل سے کچھ مایوس بھی ہو چلے تھے۔ جنگ کا ابھی تک کوئی واضح نتیجہ برآمد نہیں ہوا تھا لیکن آثار یہی تھے کہ جرمنوں نے دنیا کی فتح کا جو خواب دیکھا ہے اس کی تعبیر ملنی مشکل ہے۔ انہیں احساس ہورہا تھا کہ جلد یا بدیر انہیں پسپائی اختیار کرنی پڑے گی۔

ایک دن، ایک جنرل، ٹام کے پاس پہنچا وہ بہت متفکر دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے اپنے قریب کھڑے ہوئے سپاہیوں کو ہٹادیا۔ وہ ٹام سے تنہائی میں بات کرنا چاہتا تھا۔ وہ جرمنی کے مستقبل کے بارے میں بہت پریشان تھا۔ اسے بھی یہ خدشہ لاحق ہوگیا تھا کہ جرمنی جنگ ہارنے والا ہے۔ وہ ان ہی معاملات پر ٹام کی رائے لینا چاہتا تھا۔

ٹام جواب دینے سے پہلے کچھ سوچنے لگا۔ یہ ایک قسم کا جال بھی ہوسکتا تھا پھر بھی اس نے انتہائی محتاط لفظوں میں اس جنرل کو یہ بتادیا کہ انجام کار جرمن کی فتح ہوگی لیکن اس کے لیے بہت انتظار کرنا پڑے گا۔ بہت قربانیاں دینی پڑیں گی۔ تباہی کا سامنا ہوگا۔ تب جا کر جرمن قوم اس جنگ کو جیتنے کے قابل ہوسکے گی۔ اس کے تجزیے نے جنرل کو مطمئن کیا ہو یا نہ کیا ہو بہرحال وہ واپس چلا گیا۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ایک دن لیپ ایک اجنبی کو ٹام کے پاس لے آیا۔ اس شخص کو ٹام نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ لیپ نے بتایا کہ اسے مقامی پولیس کا مخبر مقرر کیا گیا ہے۔ لیپ کا خیال تھا کہ ٹام اور وہ دونوں مل کر کام کیا کریں۔ اس کے علاوہ وہ اپنے فارم ہاؤس میں اس شخص کو رہنے کے لیے ایک کمرہ بھی دے دے۔ ٹام کے لیے ایک بہت بڑی الجھن کھڑی ہوگئی تھی۔ اس شخص کے ٹام کے ساتھ رہنے کا مطلب یہ تھا کہ اس کی اور اس کے ساتھیوں کی سرگرمیاں جرمنوں کی نگاہ میں آ جاتیں۔ ٹرانسمیٹر کا راز ظاہر ہو جاتا لیپ کی اس تجویز سے وہ پریشانی میں مبتلا ہوگیا تھا۔ کچھ جواب دینے سے پہلے وہ باورچی خانے میں چلا گیا جہاں لبتر کام کر رہی تھی۔ اس نے لبتر کو کافی بنانے کی ہدایت کی اور واپس آ گیا۔

کچھ سوچ کر ٹام نے اسے اپنے ساتھ رکھنے کا فیصلہ کرلیا اگرچہ اس طرح بہت سے خطرات تھے لیکن اس کے علاوہ کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔ ترکیب یہی ہوسکتی تھی کہ ٹرانسمیٹر کو اسی وقت استعمال کیا جائے جب وہ شخص کہیں باہر گیا ہو۔ یا اپنے دفتر میں ہو...... اور اگر اس کی موجودگی میں کبھی ٹرانسمیٹر کے استعمال کی ضرورت پڑ گئی تو اس شخص کو باتوں میں الجھالیا جائے گا۔ کوشش کی جائے گی کہ اس کی توجہ ٹرانسمیٹر کی ٹک ٹک کی طرف نہ جانے پائے ...... اس میں بہت سے خطرات تھے لیکن ٹام ان دنوں خطروں ہی سے کھیل رہا تھا ایک اور سہی۔ ٹام نے اس کے لیے اوپری منزل پر ایک کمرہ خالی کرا دیا تھا۔ ایک الجھن یہ بھی تھی کہ اس شخص سے نہ صرف ٹرانسمیٹر پوشیدہ رکھنا تھا بلکہ یہ بھی ہوسکتا تھا کہ اس کی موجودگی میں کوئی برطانوی جاسوس پیراشوٹ یا لانچ کے ذریعے فارم ہاؤس آ جائے۔ ایسی صورت میں ٹام کے لیے بڑی دشواریاں پیدا ہوسکتی تھیں۔

ٹرانسمیٹر والے کمرے میں جانے کے لیے ٹام نے یہ بہانہ تلاش کیا کہ وہ کمرہ اس کا ڈارک روم ہے۔ اس نے بتایا کہ اسے فوٹو گرافی کا شوق ہے اور وہ تصویریں دھونے کے لیے اس کمرے کو ڈارک روم کے طور پر استعمال کرتا ہے۔ اس نے ٹرانسمیٹر والے کمرے کے دروازے کے نیچے کمبل بھی بچھا دیا تا کہ باہر کی روشنی اندر نہ جا سکے اور اس کا بہانہ مکمل رہے۔ اب وہ پیغام بھیجتے وقت ٹرانسمیٹر کو ایک ٹوکری سے ڈھک دیا کرتا تا کہ اس کی آواز زیادہ نہ پھیل سکے۔

اس کا مہمان اٹرمن بہت ہی باتونی تھا۔ وہ دن بھر ادھر اُدھر گھومتا رہتا اور پیٹر سے یا لبتر سے باتیں کیا کرتا۔ وہ صبح کا ناشتہ اور رات کا کھانا پیٹر اور ٹام کے ساتھ ہی کھاتا۔ اس دوران وہ سیاسی موضوعات پر گفتگو کرتا رہتا۔ عام طور پر وہ ٹام کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کرتا تھا کیوں کہ اسے معلوم تھا کہ نازیوں اور گستاپو کی نگاہوں میں ٹام کی اہمیت اس سے زیادہ ہے۔

ایک دن ٹام نے اسے گفتگو کرتے ہوئے بتایا کہ وہ نازیوں کے لیے کام تو کر رہا ہے لیکن مالی حالت سے مطمئن نہیں اور کوئی طریقہ سمجھ میں نہیں آ رہا جس سے رقم کمائی جا سکے۔ اٹرمن نے اسے یہ مشورہ دیا کہ وہ اگر ڈبل ایجنٹ بن جائے تو اس کے لیے بہت مواقع ہیں۔ وہ مقامی باشندوں کا اعتماد حاصل کر کے ان کی خبریں نازیوں تک پہنچا دیا کرے۔ اس کے خیال میں ٹام اس کام کو بہ خوبی انجام دے سکتا ہے۔ ٹام کے لیے یہ ایک سنہری موقع تھا۔ اس طرح وہ حریت پسندوں سے مل کر اپنا کام کر سکتا تھا۔ نازیوں کو...... احساس بھی نہیں ہوسکتا تھا کہ وہ حریت پسندوں سے کیوں مل رہا ہے۔ وہ یہی سمجھتے کہ شاید ٹام ان کے بارے میں کچھ جاننے کے لیے ان سے میل جول بڑھا رہا ہے۔ اٹرمن کی پیش کردہ تجویز ٹام کے لیے ہر طرح مناسب تھی لیکن اس نے اپنی بے تابی کا اظہار نہیں کیا۔

بالآخر اٹرمن کی کوششوں کی وجہ سے خود پولیس کی طرف سے ٹام کو پیشکش کی گئی کہ وہ ڈبل ایجنٹ کا رول قبول کرے۔ اس کے عوض ٹام کو اچھا خاصا معاوضہ دیا جائے گا۔ اس کے علاوہ ایک گاڑی اور ایک کارڈ بھی دے دیا گیا۔ اس کارڈ کی وجہ سے پورے ناروے میں وہ بلا روک ٹوک آ جا سکتا تھا۔ جرمنوں کی طرف سے دیے گئے کاغذات نے ٹام کو بے پناہ آزادی دے دی تھی۔

اب ٹام نے ٹرانسمیٹر کے استعمال کا دوسرا طریقہ اختیار کرلیا۔ پیٹر اپنے ساتھ کچھ ٹرانسمیٹر بھی لیتا آیا تھا۔ وہ کسی ایک ٹرانسمیٹر کو لے کر کہیں دور چلا جاتا اور عین اسی وقت اس ٹرانسمیٹر کے ذریعے پیغام نشر کر دیتا۔ اس وقت وہ بھی فارم ہاؤس پیغامات نشر کرتا۔ اس طرح جرمن سراغ رساں چکرا کر رہ جاتے۔ ان کی سمجھ میں نہ آتا کہ اس خفیہ ٹرانسمیٹر کا مرکز کہاں ہے۔ وہ مختلف جگہوں پر چھاپے مارتے رہتے لیکن انہیں کچھ حاصل نہ ہوتا۔ انہیں یہ احساس ہوتا جیسے پورے علاقے میں خفیہ ٹرانسمیٹروں کا جال بچھا ہوا ہے اور وہ اسی طرح ادھر اُدھر بھٹکتے پھریں گے۔

ناجا کی گرفتاری کے بعد پیغامات وصول کرنے اور انہیں فارم ہاؤس تک پہنچانے کا کام اس کے دوست جانسن نے سنبھال لیا۔ قصبے میں اس کی فرنیچر کی دکان تھی۔ مقامی ایجنٹ پیغامات اس کی دکان تک پہنچاتے اور وہ ان پیغامات کو رات کے وقت ٹام تک پہنچا دیا کرتے حالانکہ اس طرح اسے ہر وقت خطرہ لاحق رہتا تھا کیونکہ ٹام کے فارم ہاؤس میں ہر وقت نازیوں اور گستاپو کے لوگوں کی آمد و رفت جاری رہتی تھی۔ وہ کسی وقت بھی نگاہوں میں آ سکتا تھا لیکن اس کے بغیر کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔

ایک دن ٹام نے ٹرانسمیٹر پر ایک پیغام موصول کیا لیکن یہ پیغام اتنا بے معنی اور الجھا ہوا تھا کہ اس کی سمجھ میں نہ آ سکا۔ وہ ساری رات اس پیغام کو سمجھنے کی کوشش کرتا رہا پھر دوسرے دن اس نے ٹرانسمیٹر پر رابطہ قائم کر کے جب پیغامات کی وضاحت چاہی تو اسے یہ بتایا گیا کہ ٹام کو ہمارے سے کوئی پیغام بھیجا ہی نہیں گیا...... ٹام پریشان ہوگیا اس کا مطلب یہی تھا کہ یہ کارستانی جرمنوں کی تھی۔ انہوں نے اس ٹرانسمیٹر کے گرد اپنا گھیرا اور تنگ کر دیا۔ اس نے جلدی جلدی ٹرانسمیٹر کو چھپایا اور پستول جیب میں رکھ کر سیڑھیاں اترتا ہوا نیچے آ گیا۔ خطرہ اب سر پر منڈلانے لگا تھا۔ بہت سے جرمن فوجی فارم ہاؤس سے باہر کھیتوں میں منڈلاتے پھر رہے تھے۔ جرمن فوجیوں کو دیکھ کر ٹام کے اعصاب منتشر ہوگئے۔ وہ دھیرے دھیرے فارم ہاؤس کی طرف بڑھ رہے تھے۔ ٹام نے اپنے پستول کی گولیاں چیک کیں اور صوفے پر بیٹھ کر فوجیوں کے آنے کا انتظار کرنے لگا۔ اس صوفے کے نیچے اس نے ایک بٹن لگا رکھا تھا۔ جس کو دباتے ہی دور نزدیک کے تمام ساتھیوں کو یہ معلوم ہو جاتا کہ ٹرانسمیٹر خطرے میں ہے۔ اس کے ساتھ ہی بجلی کا پورا علاقہ اندھیرے میں ڈوب جاتا۔ یہ تمام انتظامات ان لوگوں نے خطروں سے نمٹنے کے لیے کر رکھے تھے۔

☆☆

لیپ اور پلیکسی، ہیگن یعنی پیٹر میں گہری دلچسپی لیا کرتے تھے۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ ٹام نے اس شخص کو اپنے فارم پر اس لیے ملازم رکھا ہے کہ وہ ایک مضبوط قد و قامت کا آدمی تھا اور سخت محنت کر سکتا تھا۔ ان کی دلچسپی کی وجہ بھی یہی تھی۔ ان کی یہ خواہش تھی کہ ہیگن جرمن پولیس میں شامل ہو کر جرمنوں کے لیے کام کیا کرے۔ ویسے انہوں نے ابھی تک ہیگن سے اپنی اس خواہش کا اظہار نہیں کیا تھا۔ ہیگن نے بھی جرمنوں پر اپنا اعتماد قائم کر لیا تھا۔ وہ کبھی کبھی ٹام اور جرمن پولیس والوں کے ساتھ گاڑیوں کا چالان کرنے چلا جاتا تھا۔ ایسے موقعوں پر وہ جرمنوں سے زیادہ سخت رویہ اختیار کیا کرتا اگر جرمن کسی شخص پر پچاس کراؤن جرمانہ کرتے تھے تو وہ احتجاج کر کے اس جرمانے کی رقم سو کراؤن تک بڑھا دیتا۔ اس طرح اس نے جرمنوں کا اعتماد حاصل کر لیا تھا اور وہ اس کی موجودگی میں بھی اہم معاملات پر گفتگو کر لیا کرتے تھے۔

ایک دن لیپ اور دوسرے بہت سے جرمن آفیسر ٹام کو ایک پارٹی میں لے جانے کے لیے فارم ہاؤس پہنچے لیکن انہیں یہ دیکھ کر مایوسی ہوئی کہ ٹام گھر پر موجود نہیں تھا پھر انہوں نے کچھ سوچ کر ہیگن کو مدعو کر لیا۔ ہیگن کے لیے یہ ایک نازک لمحہ تھا۔ اسے معلوم تھا کہ جس جگہ یہ لوگ اسے لے جا رہے ہیں، وہاں بہت سے لوگ اسے اچھی طرح جانتے تھے کیونکہ ایک زمانے میں برطانیہ جانے سے پہلے وہ فٹ بال کا اچھا کھلاڑی رہ چکا تھا اور لوگ اسے پسند کرتے تھے اور اب انہیں ہیگن کو

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

نازیوں کے ساتھ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے۔ ہیگن نے جانے سے انکار نہیں کیا بلکہ خوش دلی کے ساتھ ان کے ہم راہ چل پڑا۔ راستے میں اس نے اپنی ایک آنکھ کو زور زور سے ملنا شروع کر دیا۔ اس نے بتایا کہ اس کی آنکھ میں کچھ پڑ گیا ہے۔ تھوڑی دیر بعد اس کی وہ آنکھ سرخ ہو گئی۔ پھر اس نے اپنی جیب سے رومال نکال کر اپنی اس آنکھ پر اس طرح رکھ لیا کہ اس کا آدھا چہرہ چھپ گیا۔ اس پارٹی میں شریک ہونے کے بعد ہیگن ایک کھڑکی کے پاس کھڑا ہو گیا۔ وہ لوگوں کی دزدیدہ نگاہوں سے بچنا چاہتا تھا۔ اس کے ساتھ آئے ہوئے جرمن آفیسر شراب پینے اور ادھر ادھر کی باتوں میں مصروف ہو گئے تھے۔ ہیگن کو ان کی بات سن کر حیرت ہوئی تھی۔ وہ لوگ مقامی حریت پسندوں کے بارے میں پوری طرح باخبر تھے اور انہیں یہ معلوم تھا کہ کس کس گھر سے کون کون شخص برطانیہ فرار ہو چکا ہے۔

ایک دن ہیگن واقعی مصیبت میں گھر گیا...... اس دن ایک نازی آفیسر ٹام سے ملنے کے لیے فارم ہاؤس آیا۔ ہیگن نے اس آدمی کو پہچان لیا تھا۔ جنگ سے پہلے وہ آدمی اسے فارسنڈ میں دیکھ چکا تھا جب کہ ان دنوں ہیگن کے کاغذات اسے اساریل کا رہنے والا ظاہر کرتے تھے۔ وہ آفیسر بھی ہیگن کو دیکھ کر ٹھٹک گیا...... ہیگن جانتا تھا کہ وہ یاد کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ بالآخر اس نے ہیگن سے پوچھ ہی لیا۔

”ایسا لگتا ہے کہ میں نے تمہیں کہیں دیکھا ہے۔“

”یقیناً دیکھا ہوگا۔“ ہیگن مسکرا دیا۔ ”میں اساریل میں رہ چکا ہوں۔“

”ہو سکتا ہے کہ اساریل میں دیکھا ہو لیکن کہیں اور بھی یاد آ رہا ہے۔“

اس کے بعد ہیگن نے اسے باتوں میں لگا لیا لیکن اس قسم کے خطرے تو ان کے ساتھ مستقل لگے ہوئے تھے۔ کسی وقت بھی ان کا راز فاش ہو سکتا تھا۔ اور وہ موت کی آغوش میں پہنچ سکتے تھے۔ وہ دونوں ہر وقت اپنے ساتھ پستول رکھا کرتے۔ سوتے وقت بھی پستول ان کے سرہانے ہوا کرتا۔ ان کے سروں پر اڑمن بھی خطرہ بن کر مسلط ہو گیا تھا۔ فارم ہاؤس میں رہ کر وہ ان کی حقیقتوں سے با آسانی واقف ہو سکتا تھا۔ اس کی موجودگی میں انہیں بہت محتاط رہنا پڑتا تھا۔ ٹام، ہیگن اور لیئر تینوں ہی اس بات کا خیال رکھتے تھے کہ کسی قسم کی بے احتیاطی کا مظاہرہ نہ ہو سکے۔ ٹام اور ہیگن اچانک ہونے والی گرفتاری کے خوف سے رات کے وقت فارم ہاؤس سے باہر جنگل میں جا کر سویا کرتے تھے۔

ہیگن کچھ دنوں کے بعد سویڈن ہوتا ہوا برطانیہ واپس چلا گیا۔ ٹام نے اس کی غیر حاضری کے لیے جرمنوں کو کہانیاں سنا کر مطمئن تو کر دیا تھا لیکن اب وہ خود بہت بے چین رہنے لگا۔ اس کے ساتھ کام کرنے والے کچھ لوگ یا تو ہلاک کر دیے گئے یا ملک چھوڑ کر چلے گئے تھے اور کچھ جرمنوں کے قیدی بن کر سسکتی ہوئی زندگی گزار رہے تھے۔ ٹام اداس تو تھا لیکن اس نے خود پر مایوسی طاری نہیں ہونے دی تھی۔ وہ اب بھی بڑی باقاعدگی کے ساتھ اپنے ٹرانسمیٹر کے ذریعے پیغامات اور خبریں پہنچانے میں مصروف تھا۔ صوفی بدستور پیغامبر کے فرائض انجام دے رہی تھی۔

ایک دن ایک محب وطن قیدی، ٹام کے حوالے کیا گیا۔ ٹام سے کہا گیا تھا کہ وہ اگر کرچن کی طرف جا رہا ہے تو اس شخص کو اپنے ساتھ لے جا کر وہاں کی جیل حکام کے حوالے کر دے۔ ٹام کو اس طرح نہیں جانا تھا لیکن وہ اس محب وطن قیدی کی مدد کرنا چاہتا تھا جو دوسرے ہم وطنوں کی طرح ٹام کو ملک اور قوم کا غدار سمجھا کرتا تھا۔ اس نے وقت گزارنے کے لیے رفتار بہت سست رکھی تھی۔ اس کے علاوہ وہ راستے میں گاڑی روک کر ہاتھ پاؤں سیدھے کرنے کے بہانے گاڑی سے اتر کر ایک طرف چل دیتا۔ وہ یہ چاہتا تھا کہ قیدی اس موقع سے فائدہ اٹھا کر فرار ہو جائے لیکن جب وہ بہت دیر بعد گاڑی کی طرف واپس آتا تو وہ قیدی اسی طرح بیٹھا ہوا دکھائی دیتا۔ یا تو اسے فرار ہونے سے کوئی دلچسپی نہیں تھی یا وہ ٹام کے اشاروں کو سمجھ نہیں پایا تھا۔

دل پر پتھر رکھتے ہوئے ٹام نے اس شخص کو کرچن پہنچ کر جیل حکام کے حوالے کر دیا اور خود گسٹاپو کے مرکزی دفتر میں آ گیا۔ یہاں اس کے جاننے والوں کی اچھی خاصی تعداد موجود تھی۔ وہ سب اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئے تھے۔ گپ شپ کا دور شروع ہو گیا۔ ان لوگوں کی گپ شپ ٹام کے لیے بہت کارآمد ثابت ہوا کرتی تھی۔ اسے بہت سی معلومات اور خبریں مل جاتی تھیں اور اس دن بھی اسے خبر مل ہی گئی۔ وہ ہیوگو کی گرفتاری کی خبر تھی۔ گسٹاپو اسے فوری طور پر گرفتار کرنا چاہتی تھی۔ ٹام ان لوگوں سے معذرت طلب کر کے باہر آیا اور گاڑی پوری رفتار کے ساتھ ہیوگو کے گھر کی طرف دوڑا دی۔ اس نے ہیوگو کو اپنی گاڑی کی ڈکی میں چھپایا اور شہر سے باہر جانے والی سڑک پر ہولیا۔

کچھ دیر پہلے وہ ایک قیدی کو جرمنوں کے حوالے کرنے کے لیے جا رہا تھا اور اب ایک شخص کو جرمنوں سے بچا کر لے جا رہا تھا۔ ان کے دونوں سفر کی نوعیت کتنی مختلف تھی۔ اسے یہ معلوم تھا کہ جس قیدی کو اس نے جرمنوں کے حوالے کیا تھا اس پر کوئی خاص الزام نہیں تھا۔ اسے زیادہ سے زیادہ قید کی سزا دی جاتی جب کہ ہیوگو پر الزامات کا پہاڑ تھا۔ وہ اگر جرمنوں کے ہاتھ لگ جاتا تو اس کا حشر خراب ہو جاتا۔ راستے میں جگہ جگہ نازی پولیس اور گسٹاپو کے افراد بکھرے ہوئے تھے۔ وہ ہر آنے جانے والی گاڑی کو بڑی سختی سے چیک کر رہے تھے۔ انہیں ہر قسم کے اختیارات حاصل تھے۔ ٹام نے اپنے چہرے سے کسی قسم کی گھبراہٹ ظاہر نہیں ہونے دی۔ وہ بڑے سکون کے ساتھ گاڑی چلا رہا تھا۔ اس کے باوجود ہر قدم پر خطرہ موجود تھا۔ اسے یوں محسوس ہوتا جیسے ابھی کسی طرف سے رکنے کا حکم ملے گا اور جرمن ہیوگو کی تلاش میں اس کی گاڑی پر ٹوٹ پڑیں گے لیکن اس کے ساتھ ایسا کوئی حادثہ نہیں ہوا۔ اس کی گاڑی اور یونیفارم ہی اسے ہر شے سے بالاتر قرار دینے کے لیے بہت تھی بلکہ اس کے لیے راستہ صاف کر دیا گیا تھا۔ کریاپنچ کر اس نے ہیوگو کو گاڑی کی ڈکی سے باہر نکالا اور دونوں دوست ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئے۔

دوسرے دن ہیوگو کے غائب ہو جانے کی خبر نے جرمنوں میں ہلچل مچا دی۔ ان کی پوری مشینری ہیوگو کی تلاش میں مصروف ہو گئی۔ گسٹاپو کے عہدے داروں کی سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی تھی کہ ہیوگو کو اپنی گرفتاری کی اطلاع قبل از وقت کیسے مل گئی۔ یقیناً ان ہی کے درمیان کوئی ایسا آدمی تھا جسے لمحہ بہ لمحہ خبریں ملتی رہتی تھیں۔ کئی لوگوں کو شک کی بنا پر گرفتار بھی کیا گیا۔ بالآخر ایک قیدی نے تشدد کی تاب نہ لاتے ہوئے ٹام کا نام لے دیا۔ پسکی نے اس بار نام سننے میں غلطی نہیں کی تھی۔ بے ہوش ہوتے ہوتے قیدی نے ٹام ہی کا نام لیا تھا۔ پسکی ایک بار پھر اس نام کو سن کر سوچ میں پڑ گیا۔ ایک بار اس سے غلطی ہو چکی تھی لیکن اس بار بھی قیدی نے ٹام کا نام لیا تھا۔ لیکن اس نے شک کو کسی اور جانب مبذول کرا دیا تھا۔ اب پھر وہی نام سننے میں آیا تھا۔ یقیناً ٹام ہی ایک ایسا آدمی ہو سکتا ہے جسے جرمنوں کی حرکتوں کا علم تھا۔ جو جرمنوں کی حرکتوں سے آگاہ تھا۔ جو جرمنوں کے آئندہ منصوبوں سے باخبر تھا۔ جو یہ جانتا تھا کہ گسٹاپو شہر کے کن کن لوگوں کو گرفتار کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔

☆☆

ٹام کو یہ معلوم ہو جاتا تھا کہ گسٹاپو نے کن کن لوگوں کو گرفتار کیا ہے۔ یہ خبریں اسے جرمنوں سے ہی ملتی رہتی تھیں۔ ایک دن اس نے اپنے ایک دوست آسکر کے بارے میں بھی ایسی ہی خبر سنی۔ آسکر براہ راست ٹام سے منسلک تھا اور وہ جانتا تھا کہ ٹام اپنے خفیہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے کس طرح کام لے رہا ہے اور اس نے اپنی شخصیت کو کتنی کامیابی کے ساتھ چھپا رکھا ہے۔ آسکر کی گرفتاری کی خبر نے ٹام کو پریشان کر دیا تھا۔ عین ممکن تھا کہ وہ گسٹاپو کی سختیاں برداشت نہ کر پاتا۔ ایسی صورت میں ٹام کے بچنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

itsurdu.blogspot.com

بہر حال اس نے ایک خطرہ مول لینے کا فیصلہ کر لیا۔ ہوگا تو یہ کہ وقت پہنچ گیا تو اس کا ارادہ تھا کہ وہ خود ہی قریب جا کر ان لوگوں کے رویے کو دیکھے گا۔ اگر آسکر نے اس کا نام ظاہر کر دیا ہوگا تو پھر اس کی واپسی بھی ناممکن تھی اور اگر اس نے ابھی تک ظاہر نہیں کیا ہوگا تو ٹام کے ذہن سے اندیشے دور ہو جائیں گے۔ اس نے کیپسول اپنی جیب میں رکھ لیا تھا تا کہ ضرورت کے وقت فوراً ہی منہ میں رکھ سکے۔ لیکن گسٹاپو کے دفتر میں کسی نے اس سے بے رخی کا اظہار نہیں کیا۔ ہر شخص اسی طرح ملا تھا جس طرح پہلے ملا کرتا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ آسکر ابھی تک تشدد برداشت کر رہا تھا، وہ ٹوٹا نہیں تھا۔ یہاں پہنچ کر ٹام کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ آسکر کو شہر کی مرکزی جیل میں رکھا گیا ہے۔ وہ گسٹاپو کے دفتر سے نکل کر مرکزی جیل پہنچ گیا۔ نازی پارٹی کے گارڈ نے اس کی یہاں بھی مدد کی تھی۔ اسے آسکر سے ملنے کی اجازت دے دی گئی لیکن شرط یہ تھی کہ اس ملاقات کے دوران ایک جرمن آفیسر بھی موجود رہے گا۔ ٹام کو مجبوراً یہ بات ماننی پڑی تھی۔

آسکر کی کوٹھری کی طرف جاتے ہوئے ٹام کو یہی دھڑکا لگا ہوا تھا کہ اگر آسکر اسے دیکھتے ہی پھٹ پڑا تو پھر کیا ہوگا۔ ہو سکتا تھا کہ ٹام کو دیکھ لینے کے بعد اس کی قوت برداشت جواب دے جائے۔ وہ جیل تو پہنچ ہی چکا تھا اور یہاں سے واپس نہیں جا سکتا تھا۔ جرمن آفیسر نے اس کوٹھری کا دروازہ کھولا۔ جس میں آسکر قید تھا پھر وہ دونوں کوٹھری میں داخل ہو گئے آسکر فرش پر لیٹا ہوا تھا۔ اس کی حالت سے اندازہ ہو رہا تھا کہ اس پر بے پناہ تشدد کیا گیا ہے۔ وہ ان دونوں کو دیکھتے ہی اٹھ گیا اور زور زور سے چلانے لگا۔

”میں نے کہا نا کہ میں کچھ نہیں جانتا۔ مجھے کسی کا نام نہیں معلوم۔ جاؤ چلے جاؤ تم لوگ۔“

ٹام ایک گہری سانس لے کر رہ گیا۔ یہاں تک آنے کا مقصد حل ہو چکا تھا۔ آسکر نے ابھی تک اس کے بارے میں کسی کو نہیں بتایا تھا۔ وہ جرمن آفیسر سے اجازت لے کر کوٹھری سے باہر آ گیا...... اس سے آسکر کی حالت دیکھی نہیں گئی۔

پسکی کو یہ معلوم تو ہو گیا تھا کہ ناروے میں محب وطن لوگوں کو آزادی کے لیے اکسانے والے کا نام ٹام ہے لیکن وہ ابھی تک یہ اندازہ نہیں کر پایا تھا کہ یہ وہی فارم ہاؤس والا ٹام ہے یا کوئی اور۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ گرفتار ہونے والے تشدد کے بعد ٹام کا نام تو لیتے تھے لیکن یہ نہیں بتاتے تھے کہ وہ کون ہے! ٹام ان لوگوں کے لیے ایک ہوا کی صورت اختیار کر گیا تھا۔ گرفتار ہونے والے ہر شخص سے ٹام ہی کے بارے میں سوال کیا جاتا تھا لیکن وہ تشدد برداشت کرتے رہنے کے باوجود نشان دہی نہیں کرتا تھا۔ یہ صورت حال ٹام کے لیے تشویش ناک تھی۔ اسے معلوم تھا کہ گسٹاپو اور نازیوں نے اس کے گرد گھیرا تنگ کرنا شروع کر دیا ہے اور جس روز کوئی تشدد کی تاب نہ لاتے ہوئے ان لوگوں کو اس کے بارے میں بتائے گا وہی اس کی زندگی کا آخری دن ہوگا کیوں کہ اس نے اتنی کامیابی کے ساتھ اور اتنے دنوں تک جرمنوں کو بے وقوف بنا رکھا تھا۔ وہ اپنی توہین برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ ٹام کے لیے زندگی روز بروز اجیرن ہوتی جا رہی تھی۔ اس کی نیند غائب ہو گئی تھی۔ دہرا کردار ادا کرتے کرتے وہ عاجز آ چکا تھا۔ جو لوگ اس کے دوست تھے۔ جب ان پر اسی کے سامنے تشدد کیا جاتا تو وہ برداشت نہیں کر سکتا تھا لیکن جرمنوں کو اعتماد میں رکھنے کے لیے خود اسے بھی ان کارروائیوں میں حصہ لینا پڑتا تھا پھر وہ گھنٹوں تنہائی میں بیٹھ کر پشیمان ہوتا رہتا۔

ناامیدی اور گھٹن کے اس دھندلکے میں کرسمس بھی آ گیا لیکن اس بار کرسمس میں فارم ہاؤس ویران تھا۔ ٹام کے دوست یا تو گرفتار ہو چکے تھے یا ناروے چھوڑ کر جا چکے تھے۔ وہ اب تنہائی محسوس کرنے لگا تھا۔ اس عالم میں صرف لیتر اس کے ساتھ تھی۔ جس کی خاموش نگاہیں اسے حوصلہ دلاتی رہتیں۔ کرسمس کی اس شام کو بھی دونوں تنہا تھے۔ دونوں نے رات کا کھانا خاموشی سے باورچی خانے میں کھایا۔ آج کے دن اور عام دنوں میں کوئی فرق نہیں تھا۔ وہ بے حد بجھا ہوا تھا۔ لیتر کی خاموش نگاہیں اسے حوصلہ دے رہی تھیں۔ اسے بہتر مستقبل کی نوید دے رہی تھیں۔ دوسری صبح وہ اپنا کیمرہ لے کر نازیوں کے دفتر پہنچ گیا۔ اس نے اپنے چہرے پر بشاشت کا خول چڑھا لیا تھا۔ اس نے وہاں موجود ہر شخص کو کرسمس کی مبارک باد دی اور تمام عہدیداروں کو اکٹھا کر کے ان کی تصویریں کھینچیں۔ یہ تصاویر اس نے اس لیے کھینچی تھیں کہ اگر کبھی برطانیہ جانا نصیب ہوا تو وہ نازی عہدیداروں کی تصویریں وہاں کے حکام کے سامنے پیش کر سکے گا۔

دوسری طرف اسکاٹ لینڈ میں ہیوگو نیٹی پیٹر اور اس کے چالیس ساتھیوں کو خاص قسم کی تربیت دی جا رہی تھی۔ یہ تربیت اسٹارہم کے منصوبے کا ایک حصہ تھی اور وہ منصوبہ یہ تھا کہ جرمنوں کے بحری جہازوں کو اغوا کر کے برطانیہ لایا جائے۔ ان لوگوں کو اس تربیت کے دوران بحری جہازوں سے متعلق ہر قسم کی نئی معلومات دی گئیں اور چالیس آدمیوں کے اس گروپ کو ایک دن ناروے کی طرف باڈونامی ایک بحری جہاز پر روانہ کر دیا گیا۔ اس گروپ کی سربراہی اسٹارہم ہی کر رہا تھا۔ رات کے وقت اس کا جہاز ناروے کے ایک ویران ساحل پر لنگر انداز ہو گیا اور چالیس آدمیوں اور ان کے سازوسامان کو اتار کر واپس ہو گیا۔ اسٹارہم نے ہیگن اور اس کے ساتھ ایک آدمی کو بیل کی طرف روانہ کر دیا تا کہ وہ دونوں ٹام سے رابطہ کر سکیں۔

وہ دونوں فارم ہاؤس جانے کی بجائے ٹام کی ماں کے گھر آ گئے یہ جگہ انہیں فارم ہاؤس سے زیادہ محفوظ نظر آئی تھی۔ اطمینان کی بات یہ تھی کہ کسی نے ان دونوں کو اس گھر میں آتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ البتہ ٹام کی ماں ہیگن کو دیکھ کر گھبرا گئی تھی کیونکہ کچھ دنوں پہلے تک ہیگن ٹام کے ساتھ اس کے فارم پر کام بھی کرتا تھا اور اس کے ساتھ رہا کرتا تھا۔ بہر حال وہ جانتی تھی کہ یہ لوگ جرمنوں کے خلاف کام کرتے پھر رہے ہیں۔ ہیگن کے کہنے پر اس نے ٹام کو ایک آدمی کے ذریعے اپنے گھر پر ہی بلوا لیا تھا۔ ٹام بھی ہیگن کو دیکھ کر پریشان ہو گیا تھا۔ ہیگن نے اسے بتایا کہ اسٹارہم نے ٹام کو ٹیل آنے کے لیے کہا تھا کیوں کہ اس شہر میں باغیوں کو ایک ایسی مہم درپیش تھی جس کے لیے ٹام بہت کارآمد ثابت ہو سکتا تھا۔ دوسری طرف ٹام کے لیے الجھن یہ تھی کہ جرمنوں نے اس کے گرد گھیرا تنگ کر دیا تھا۔ وہ یہ بات اچھی طرح جانتا تھا کہ جرمن کسی بھی لمحے اسے گرفتار کرنے والے ہیں۔ اسی لیے اس نے راتوں رات برطانیہ کی طرف فرار ہونے کا منصوبہ بنا لیا تھا۔ لیکن اب ہیگن نے آ کر ایک نئی خبر سنا دی۔ وہ بہت دیر تک خاموشی کے عالم میں ہیگن کی طرف دیکھتا رہا جیسے اسے سکتہ ہو گیا ہو۔ فرار ہونے کا آخری موقع بھی ضائع ہو رہا تھا۔ آخر ان لوگوں نے اسی کا انتخاب کیوں کیا۔ اس ملک میں اور بھی بہت سے لوگ جرمنوں کے خلاف سرگرم عمل تھے۔ ان میں سے کسی کو اس منصوبے میں شامل کیا جا سکتا تھا لیکن وہ کچھ بھی نہ کہہ سکا اور ٹیل کے اس ساحل کی طرف چل دیا۔ جس کے کنارے اسٹارہم اپنے چالیس ساتھیوں کے ساتھ چھپا ہوا تھا۔

ٹام کو اس احمقانہ منصوبے سے اختلاف تھا۔ اس کے خیال میں یہ ایک ایسا خواب تھا جس کی تعبیر ممکن ہی نہیں تھی۔ اس ویران ساحل پر ٹام کی ملاقات اسٹارہم سے ہوئی۔ اس نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔ وہ دونوں بحث کرتے ہوئے اپنے ساتھیوں سے دور چلے گئے تھے۔ اسٹارہم کو ٹام کی یہ مخالفت بہت بری محسوس ہو رہی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ ٹام اس منصوبے کو سنتے ہی پہلے کی طرح گرم جوشی کے ساتھ ان لوگوں کا ساتھی بننے کے لیے تیار ہو جائے گا لیکن ٹام نے الٹا مخالفت کر دی۔ وہ بڑی شدت کے ساتھ اس منصوبے کو احمقانہ قرار دے رہا تھا۔ اسٹارہم اس کی بات سن کر غصے میں آ گیا تھا۔ یہ وہ منصوبہ تھا جسے اس نے بڑی محنت سے بنایا تھا۔ جس کے لیے اسے اور اس کے ساتھیوں کو خاص قسم کی ٹریننگ دی گئی تھی اور ٹام نے بڑی آسانی کے ساتھ اسے رد کر دیا تھا۔ ہیگن ان دونوں کی باتیں سن چکا تھا لیکن اسے اندازہ تھا کہ ٹام نے یقیناً مخالفت کی ہوگی اور خود اسے بھی یہ منصوبہ ناقابل عمل دکھائی دے رہا تھا۔ ویسے اس نے اس بات کی حامی بھر لی تھی کہ جہاز کے لنگر کاٹنے کا کام وہ خود کرے گا لیکن اسے اس بات کا یقین نہیں تھا کہ برطانوی بحریہ ان کی مدد کرنے کے لیے بروقت پہنچ سکے گی۔ اس منصوبے پر عمل کرتے وقت

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ان لوگوں کو نہ صرف بحریہ کی مدد کا بھی ... تحفظ بھی ... تھا۔ سوال یہ تھا کہ عین وقت پر یہ دونوں چیزیں انہیں مل سکیں گی یا نہیں؟

☆☆

پھر جیسے ہی انہیں ایک جرمن جنگی جہاز کے آنے کی اطلاع ملی ان کی مہم کا آغاز ہو گیا۔ انہیں مختلف ٹکڑیوں میں تقسیم ہو کر ٹیل کی بندرگاہ تک پہنچنا تھا۔ ان لوگوں نے عام راستوں کی بجائے پہاڑی راستوں کا انتخاب کیا۔ اس کے باوجود ہر لمحے انہیں دیکھ لیے جانے کا خطرہ لاحق تھا لیکن وہ جس راستے پر سفر کر رہے تھے اس پر آمدورفت بہت کم ہوا کرتی، سرد موسم کی وجہ سے اور بھی کوئی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ ایک مقام پر انہوں نے ایک ٹرک پر قبضہ کر لیا اور سارے آدمی ٹرک میں بیٹھ گئے اور ان کے اوپر ترپال ڈال دی گئی تا کہ کسی کو اندازہ نہ ہو سکے کہ ٹرک میں آدمی سفر کر رہے ہیں۔ راستے میں انہیں چیک بھی نہیں کیا گیا۔ اسی لیے وہ کسی دشواری کے بغیر ٹیل شہر تک پہنچ گئے۔ یہاں ان لوگوں کو ایک لڑکی کے ذریعے خبر ملی جو اتحادیوں کے لیے جاسوسی کا کام کیا کرتی۔ وہ ایک گاہک کو کوئی چیز دینے میں مصروف تھی کہ قصبے کا ایک لڑکا دوڑتا ہوا دکان میں داخل ہوا۔ وہ بہت پرجوش دکھائی دے رہا تھا۔ اس کی سانسیں پھول رہی تھیں۔

''برطانیہ کی فوجیں قصبے میں داخل ہو گئی ہیں۔'' اس نے لڑکی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

''کیا مطلب!'' لڑکی چونک پڑی۔

''ہاں۔ ہاں۔ میں نے ابھی ایک ٹرک کو گزرتے ہوئے دیکھا ہے۔ اس کے پچھلے حصے میں فوجی بھرے ہوئے تھے حالانکہ ان لوگوں نے ترپال اوڑھ رکھی تھی پھر بھی میں نے ایک فوجی کو دیکھ ہی لیا۔ وہ برطانوی وردی پہنے ہوئے تھا۔''

اس کی بات سن کر لڑکی کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ یہ بات رازکی تھی اور وہ بے وقوف لڑکا اس طرح اعلان کرتا پھر رہا تھا۔ اس نے جلدی جلدی گاہک کو نمٹایا اور جانسن کے پاس پہنچ گئی جس نے اسٹارہم اور اس کے ساتھیوں کو ٹیل میں پوشیدہ رکھنے کا انتظام کیا تھا۔ اس نے جانسن کو یہ بات بتائی تو وہ بھی بوکھلا گیا...... پھر اس نے ایک دو آدمیوں کو ساتھ لیا اور اس لڑکے کی تلاش شروع کر دی۔ یہ ان کی خوش قسمتی تھی کہ وہ لڑکا بہت جلدی انہیں قصبے کی ایک دکان پر مل گیا۔

وہ لوگ کسی بہانے اس لڑکے کو اٹھا کر قصبے کے باہر لے گئے اور پھر اس کو دھمکی دی کہ اگر اس نے یہ بات کسی اور کو بتائی تو اس کی زبان کاٹ دی جائے گی۔ وہ لڑکا پہلے ہی گھبرایا ہوا تھا۔ اس نے جلدی جلدی اس بات پر گردن ہلانی شروع کر دی کہ وہ اب کسی سے بھی اس بات کا تذکرہ نہیں کرے گا۔

ٹام اس گروپ کو ٹیل تک پہنچا کر واپس آ گیا تھا اور اب اسے کسی ایسی جگہ کی تلاش تھی جہاں وہ اپنے ہتھیار اور ٹرانسمیٹر کو چھپا سکے۔ اس کے علاوہ آخری بار رینر اور دوسرے لوگوں سے بھی ملنا چاہتا تھا۔ وہ اس بات کا اطمینان کر لینا چاہتا تھا کہ اس کے جانے کے بعد بھی جرمنوں کے خلاف جاسوسی کا کام چلتا رہے گا۔ وہ ایک بار گستاپو اور نازی عہدیداروں سے بھی ملنا چاہتا تھا۔ صرف یہ جاننے کے لیے کہ اس کے خلاف انہوں نے کیا کیا ثبوت جمع کیے ہیں حالانکہ اس میں بے پناہ خطرہ تھا۔ یہ ایسا ہی تھا جیسے کوئی شخص خود ہی شیر کی کچھار میں چلا جائے۔ اس کے علاوہ حالات جاننے کا اور کوئی راستہ بھی نہیں تھا۔

جب وہ فارم ہاؤس پہنچا تو حالات معمول کے مطابق تھے۔ ... حسب معمول اپنے کام میں مصروف تھی۔ ابھی تک کسی قسم کی پریشانی پیدا نہیں ہوئی تھی۔ اس نے جلدی جلدی ہتھیار اور ٹرانسمیٹر کو چھپایا۔ لباس تبدیل کر کے نازیوں والی وردی پہنی اور حالات جاننے کے لیے پولیس اسٹیشن کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہ ایک انتہائی خطرناک قدم اٹھا رہا تھا۔ تاہم وہ یہ جاننا چاہتا تھا کہ خطرہ ابھی دور ہے یا سر پر پہنچ چکا ہے لیکن جرمنوں نے کسی قسم کی بدگمانی کا اظہار نہیں کیا۔ ایک کمرے میں، اس

نے برطانوی ساخت کے خودکار ہتھیاروں کے ڈھیر دیکھے۔ پوچھنے پر اسے یہ بتایا گیا کہ یہ ہتھیار ابلاسن کے مقام سے دستیاب ہوئے ہیں۔ ٹام بھونچکا رہ گیا کیونکہ یہ وہی ہتھیار تھے جو اسٹارہم اپنے ساتھ لایا تھا اور جنہیں بعد میں استعمال کرنا تھا۔ ٹام نے اپنے چہرے کے تاثرات کو تبدیل نہیں ہونے دیا۔ اس نے کسی قسم کی حیرت یا افسوس کا اظہار نہیں کیا۔ حالانکہ ان ہتھیاروں کی دستیابی کا مطلب یہ تھا کہ اسٹارہم اور اس کے ساتھیوں کو شدید خطرہ لاحق ہو چکا ہے۔

ٹام پولیس اسٹیشن سے باہر نکل کر ایک بار پھر ٹیل کی طرف چل پڑا۔ اس بار اس کی رفتار بہت تیز تھی۔ وہ ان لوگوں کو خطرے سے آگاہ کر دینا چاہتا تھا۔ جبکہ اسٹارہم اور اس کے ساتھیوں کو اپنی مہم کی کامیابی کا پورا یقین تھا۔ وہ اس قدر ساز و سامان اپنے ساتھ لے کر آئے تھے جن کی مدد سے وہ اس قسم کی کئی مہمات سر کر سکتے تھے لیکن جب ٹام نے آ کر بتایا کہ جرمنوں نے اسلحے کا وہ ذخیرہ دریافت کر لیا ہے جو وہ لوگ اپنے ساتھ لے کر آئے تھے تو ان کے دل بجھ کر رہ گئے۔ انہیں اس بات کا بھی یقین نہیں رہا کہ وہ زندہ بچ کر اپنے وطن جا بھی سکیں گے یا نہیں۔ حالات چاہے جیسے بھی ہوں، انہیں ہر حال میں اپنی مہم کو مکمل کرنا تھا۔ وہ اسی لیے یہاں بھیجے گئے تھے۔ انہیں اس کام کے لیے خاص قسم کی تربیت دی گئی تھی۔ اب وہ واپس نہیں جا سکتے تھے۔ اس جہاز کے لنگر انداز ہونے میں ابھی کئی دن باقی تھے اور انہیں اس وقت تک ٹیل ہی میں چھپے رہنا تھا۔ اب انہیں بہت محتاط رہنا تھا۔

ٹام اس کے بعد بھی کئی بار گستاپو اور نازیوں کے دفتر گیا۔ اس نے کوئی غیر معمولی بات محسوس نہیں کی ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے اس کے خلاف کوئی بات ہی نہ ہو یا اس کی ذات ہر قسم کے شک و شبہے سے بالاتر ہو۔

بالآخر اسٹارہم ہیگن اور ان کے ساتھیوں کو دو جہازوں کے لنگر انداز ہونے کی اطلاع مل گئی۔ اسٹارہم اسی رات اپنے ساتھیوں کو لے کر جہازوں کو اغوا کرنے کے لیے

چل پڑا۔ وہ بستی والوں سے چھپتے چھپاتے سفر کرتے رہے۔ انہیں اچھا خاصا فاصلہ طے کرنا تھا۔ اس کے آدمیوں نے تین لانچیں بھی حاصل کر لیں...... ان کا ارادہ چار جانب سے حملے کا تھا۔ ایک خشکی کی طرف سے حملہ کرتا جب کہ تین گروپ...... لانچ کے ذریعے جہازوں پر ٹوٹ پڑتے۔ ہر ایک شخص کو اس کے حصے کی ذمہ داری سونپ دی گئی تھی۔ اسی مقصد کے لیے سخت ترین تربیت حاصل کی تھی...... اور اب اپنی کارکردگی دکھانے کا موقع آ گیا تھا۔ لیکن انہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ حالات اور موسم ان کے خلاف ہو گئے ہیں۔ ان میں سوائے ٹام کے سب ہی شامل تھے جب کہ ٹام مزید حالات جاننے کے لیے جورڈ کی طرف گیا تھا۔

ان کا حملہ بری طرح ناکام ہو گیا۔ تینوں لانچیں جیسے ہی جہازوں کے قریب پہنچیں۔ سمندری طوفان برپا ہو گیا۔ سرکش اور بپھری ہوئی موجوں نے تینوں لانچوں کو الٹ دیا۔ ان میں سے کچھ ڈوب گئے۔ جب کہ باقی لوگ بڑی مشکل سے تیرتے ہوئے ساحل تک پہنچنے میں کامیاب ہو سکے تھے۔ خشکی کی طرف سے حملہ کرنے والے گروہ نے اپنا کام مکمل کر دیا تھا۔ انہوں نے پہریداروں کو ہلاک کر دیا تھا۔ جہاز پر خطرے کے سائرن بج اٹھے اور سرچ لائٹس گھومنے لگیں۔ اس کے ساتھ ہی جرمنوں نے گولیوں کی برسات شروع کر دی۔ ساحل تک پہنچنے والے پہلے ہی نڈھال ہو رہے تھے۔ انہیں جہازوں کی طرف سے آنے والی گولیوں سے بچنا بھی محال ہو گیا تھا۔ بہر حال وہ لوگ کسی نہ کسی طرح اکٹھے ہوئے اور بھاگ نکلے۔

وہ علاقہ ان کے لیے اجنبی تھا۔ وہ جنگلوں اور جھاڑیوں کے درمیان سفر کرتے رہے۔ ان کے پاس کھانے پینے کی چیزیں بھی نہیں تھیں۔ اس کے علاوہ، موسم بھی سرد سے سرد تر ہوتا جا رہا تھا۔ چلتے چلتے ان کی حالت خراب ہو گئی۔ ان سے آگے قدم اٹھانا بھی محال ہو گیا۔ اسٹارہم نے ایک جگہ رک کر ہیگن کو کھانے پینے کا سامان لانے کے لیے روانہ کر دیا کیونکہ اس پورے گروہ میں وہی ایک آدمی تھا جو اس علاقے سے واقف تھا۔ انہوں نے کچھ دن پہلے ساحل کے قریب جنگل میں لکڑی کا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کیبن تلاش کیا تھا اور اس وقت ان کا رخ اسی کیبن کی طرف تھا۔

☆☆

ٹام نے وہ رات اپنی ماں کے گھر پر گزاری۔ فارم ہاؤس کی طرف جانے میں زیادہ خطرہ تھا۔ دوسری صبح اس نے جی کڑا کر کے ایک بار پھر نازیوں والی یونیفارم پہنی اور ماں کے منع کرتے کرتے، نازیوں کے دفتر پہنچ گیا۔ وہ اس وقت تک ان لوگوں سے میل جول رکھنا چاہتا تھا۔ جب تک وہ حتمی طور پر اسے گرفتار نہ کر لیتے۔ اس کے علاوہ اس کا فرض تھا کہ وہ پل پل سے باخبر رہے۔ ضروری خبریں باغیوں تک پہنچائے۔ چاہے اس کوشش میں خود اس کی زندگی کو خطرہ کیوں لاحق نہ ہو جائے۔

آج بھی دفتر میں اس کے خلاف کوئی بات یا ردعمل نہیں تھا۔ سب کچھ معمول کے مطابق تھا۔ البتہ ایک خبر نے اسے بوکھلا دیا۔ وہ خبر یہ تھی کہ گزشتہ رات کچھ اتحادیوں نے جرمنوں کے جنگی جہازوں پر حملہ کیا۔ ان کا حملہ بری طرح ناکام بنا دیا گیا...... جرمن فوجی حملہ آوروں کا مذاق اڑا رہے تھے۔ ٹام دھک سے ہو کر رہ گیا۔ یقیناً یہ اس کے ساتھی ہی ہو سکتے تھے۔ اسٹارنم اور ہیگن وغیرہ۔

ٹام نے ہمیشہ کی طرح اس بار بھی اپنے تاثرات کا اظہار نہیں ہونے دیا۔ وہ نازیوں کے درمیان گھوم پھر کر معلومات حاصل کرتا رہا۔ بہت سی باتیں اسے معلوم ہو گئی تھیں۔ جیسے ہی اتحادیوں نے حملہ کیا تو موسم نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا اور خود جرمنوں نے ان کے حملوں کو کس طرح ناکام بنایا۔ اس نے یہ بھی جان لیا کہ جرمنوں نے ناکہ بندی انتہائی سخت کر دی ہے۔ ریلوے اسٹیشنوں اور سڑکوں پر گستاپو کے ارکان پہرے دے رہے تھے۔ ایسی صورت میں کہیں بھی فرار نہیں ہوا جا سکتا تھا۔ ٹام کو یہ بات معلوم نہیں ہو سکی تھی کہ اتحادیوں نے جن تین لانچوں کو اپنے مقصد کے لیے استعمال کیا تھا۔ ان کے مالکان کہاں تھے۔

وہ لوگ گستاپو کے ہیڈ کوارٹر میں بیٹھے ہوئے سوالوں کے جواب دے رہے تھے۔ ان کا بیان یہ تھا کہ اتحادیوں نے زبردستی انہیں قیدی بنا لیا تھا اور مجبور کیا تھا کہ وہ اپنی اپنی لانچ کو اتحادیوں کے حوالے کر دیں۔ یہ بیان انہیں ہیگن اور اسٹارنم نے سکھایا تھا۔ جرمن یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ حملہ آور اتحادیوں کی تعداد کیا تھی اور وہ کہاں چلے گئے؟ یہ بات ان لوگوں کو معلوم ہی نہیں تھی۔ اس لیے وہ کچھ نہ بتا سکے۔ ان کی اس بات کو جرمنوں نے تسلیم تو کر لیا لیکن پھر بھی انہیں آزاد نہیں کیا گیا بلکہ جیل کی طرف بھیج دیا۔

ٹام کمرے میں فون کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ وہ یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ فون کے ذریعے اور کس قسم کی اطلاعات ہیڈ کوارٹر کو دی جا سکتی ہیں۔ اسے ابھی تک اس بات پر حیرت تھی کہ لیپ یا پسکی نے اس کی گرفتاری کے لیے کوئی قدم کیوں نہیں اٹھایا۔ یہ بات تو طے تھی کہ وہ لوگ اس کی طرف سے مشکوک تھے لیکن ابھی تک کوئی ردعمل ظاہر نہیں ہوا تھا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی تھی کہ وہ یہ کام اپنے ماتحتوں کے سپرد نہیں کرنا چاہتے ہوں گے۔ ان کا ارادہ ٹام کو خود ہی گرفتار کرنے کا ہوگا۔ اور وہ پورے یقین کے ساتھ اس پر ہاتھ ڈالنا چاہتے ہوں گے۔ اسی لیے وہ اس کے خلاف ثبوت حاصل کرنے کے چکر میں ہوں گے اور جب اس کے خلاف ثبوت مل جائے گا تو اس کا ناٹک ختم ہو جائے گا۔

کبھی کبھی کوئی جرمن آفیسر دروازہ کھول کر جھانکتا اور ٹام کو کاغذات کا مطالعہ کرتے دیکھ کر واپس چلا جاتا لیکن ٹام کا دھیان کاغذات پر نہیں تھا بلکہ اس کی نگاہیں فون پر لگی ہوئی تھیں۔ ایک بار فون کی گھنٹی بجی بھی تھی لیکن کوئی خاص بات نہیں تھی۔ وہی روزمرہ کی میٹنگوں وغیرہ کی خبریں سنائی گئی تھیں پھر اندھیرا طاری ہونے لگا۔ وہ آج بہت دیر تک بیٹھا رہا تھا۔ وہ ٹہلتا ہوا کھڑکی کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا اور اسی لمحے فون کی گھنٹی پھر بج اٹھی۔ کمرے کے سناٹے میں گونجنے والی اس آواز نے اسے چونکا دیا۔ وہ پتھر جیسی نگاہوں سے فون کو دیکھتا رہا پھر آگے بڑھ کر ریسیور اٹھا لیا۔ دوسری طرف پسکی تھا جس کی دھیمی آواز ٹام کو اپنی رگوں میں اترتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ اس بات پر بہت خوش تھا کہ ٹام ابھی تک دفتر میں موجود تھا۔ اس نے ٹام سے کہا کہ وہ اپنے فارم ہاؤس پہنچ جائے۔ کیونکہ پسکی کو اس سے کوئی کام ہے اور وہ کام دفتر میں نہیں ہو سکتا۔ اس کے لیے فارم ہاؤس میں ملاقات ضروری تھی۔ ریسیور رکھنے کے بعد ٹام سوچ میں پڑ گیا۔ پسکی کو اس سے کوئی کام نہیں ہو سکتا تھا۔ سوائے اسے گرفتار کرنے کے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ کھیل اب ختم ہو گیا تھا۔ پسکی بہانے سے اسے فارم ہاؤس بلا رہا تھا تاکہ اسے گرفتار کر سکے۔

دوسری طرف پسکی بار بار اپنے ڈرائیور کو گاڑی تیز چلانے کے لیے کہہ رہا تھا۔ وہ اس وقت تصور میں ٹام کی حالت سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ اس نے سوچ رکھا تھا کہ وہ ٹام کو گڑگڑانے اور زندگی کی بھیک مانگنے پر مجبور کر دے گا۔ وہ اس پر اتنا تشدد کرے گا کہ دیواریں تک کانپ اٹھیں گی۔ اس کے ذہن میں ٹام کے خلاف لاوا بھرا ہوا تھا۔ اس شخص نے اسے مدتوں بے وقوف بنائے رکھا تھا۔ خود اس نے کئی بار اعلیٰ حکام سے اس کی سفارش کی تھی۔ تعریف کی تھی اور اب خود پسکی کی پوزیشن خراب ہو گئی تھی۔ ہو سکتا تھا کہ خود اس کے اعلیٰ حکام اسی پر الٹ پڑتے۔ وہ یہ سوال کر سکتے تھے کہ جب ٹام اتنا بڑا غدار تھا تو اسے پہلے کیوں نہیں گرفتار کیا گیا۔ اس کی گرفتاری میں اتنی دیر کیوں ہوئی؟ پسکی کے ذہن میں اس سوال کا جواب تھا۔ وہ انہیں یہ بتاتا کہ اسے تو بہت پہلے ہی ٹام پر شک ہو گیا تھا لیکن بغیر کسی ٹھوس ثبوت کے وہ اس پر ہاتھ ڈالنا نہیں چاہتا تھا اور اب جب کہ ثبوت مل گیا ہے وہ اسے گرفتار کر کے لے آیا ہے۔ اسے یقین تھا کہ حکام اس کی تاویل کو تسلیم کر لیں گے۔

ذہین اور شاطر لیپ بھی ٹام ہی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ وہ کسی اور انداز سے ٹام کو گرفتار کرنا چاہتا تھا۔ وہ اس کا نفسیاتی تجزیہ کرنا چاہتا تھا۔ ٹام نے جس مہارت اور دلیری کے ساتھ ایک عرصے تک جرمنوں کو بے وقوف بنائے رکھا تھا، وہ قابل داد تھا۔ اسی لیے وہ چاہتا تھا کہ پسکی سے پہلے ٹام تک پہنچ کر اس کے ذہن کو کھنگال ڈالے۔ نفسیاتی تجزیے کے بعد ٹام کا جو بھی حشر ہو اس سے لیپ کو کوئی سروکار نہیں تھا۔

ٹام تیزی سے باہر نکلا اور جورڈ سے ایک گاڑی لے لی۔ اس گاڑی کو اس نے اندھا دھند شہر کی طرف بھگا دیا تھا۔ اس کا ارادہ فارم ہاؤس کی طرف جانے کا تھا۔ وہ لیتر کو صورتحال سے آگاہ کرنے اور اسے الوداع کہنے جا رہا تھا۔ اس نے ایک عقل مندی یہ کی تھی کہ دو ہفتے قبل ہی فارم ہاؤس سے ٹرانسمیٹر اور ضروری کاغذات ہٹا دیئے تھے۔ لیکن شہر پہنچ کر اس نے اپنا ارادہ تبدیل کر لیا۔ وہ فارم ہاؤس کی طرف نہیں جا سکتا تھا۔ اسے اپنی ماں سے بھی ملنا تھا۔

اس کی خوش قسمتی تھی کہ وہ عین وقت پر ماں کے مکان میں داخل ہوا جب جرمن فوجیوں کی گاڑیاں سڑک سے گزر رہی تھیں اگر ذرا بھی دیر ہو جاتی تو وہ لوگ اسے گرفتار کر سکتے تھے۔ اس نے اپنی ماں سے کچھ باتیں کیں۔ اسے اپنے بارے میں بتایا کہ وہ اب تک کیا کرتا رہا ہے پھر اس نے اپنی ماں سے اجازت لی اور باہر کی طرف دوڑ پڑا۔

فارم ہاؤس کا دروازہ ہمیشہ کی طرح کھلا ہوا تھا۔ لیتر کو بھی اس بات کا احساس تھا کہ آج رات ٹام پر بھاری ہے اس کے باوجود اس نے معمولات میں تبدیلی نہیں کی۔ اس نے باہر کا دروازہ کھلا رکھا تھا اور خود بستر پر جا کر لیٹ گئی۔ وہ ایک مضبوط اعصاب کی لڑکی تھی۔ اس وقت بھی اس نے اپنے ارادے کی قوت سے کام لیا تھا۔ بالآخر مکان کے باہر کئی گاڑیاں آ کر رکیں اور بہت سے جرمن فوجی کھلے ہوئے دروازے کے ذریعے مکان میں داخل ہو گئے۔ سب سے پہلے پسکی تھا۔ جس نے اپنا پستول ہاتھ میں لے رکھا تھا۔ وہ سیڑھیاں چڑھتا ہوا ٹام کے کمرے میں داخل ہو گیا لیکن وہ کمرہ خالی تھا پھر اس نے لیتر کے کمرے کے دروازے پر دستک دے دی۔ لیتر نے اس طرح دروازہ کھولا تھا۔ جیسے گہری نیند سو رہی ہو۔

"ٹام کہاں ہے؟" پسکی نے پوچھا۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"وہ کسی پارٹی میں گیا ہے" اس نے جواب دیا۔ لیکن کچھ اور کہے بغیر واپس ہوگئی۔ اس کے جانے کے بعد لیتر کھڑکی کے پاس آ گئی۔ جرمنوں کی گاڑیاں بڑی تیزی کے ساتھ شہر کی طرف جارہی تھیں۔ گاڑیوں کے اوجھل ہوتے ہی لیتر نے جلدی جلدی کپڑے بدلے اور ننگے پاؤں ہی شہر کی طرف دوڑ لگا دی۔ اسے ایسے راستوں کا علم تھا جن کے ذریعہ وہ بہت جلدی پہنچ سکتی تھی۔ اس کی چھٹی حس یہ بتا رہی تھی کہ ٹام اپنی ماں کے گھر پر ہوگا۔ وہ مسلسل دوڑتی ہوئی ٹام کی ماں کے گھر پہنچی۔ دروازے پر دستک دے کر اس نے ٹام کی ماں کو دروازے پر بلایا۔ جلدی جلدی اسے خطرے سے آگاہ کیا اور الٹے قدموں واپس ہوگئی۔ وہ اسی طرح دوڑتی ہوئی فارم ہاؤس پہنچی اور کمرے میں جا کر لیٹ گئی۔ وہ عین وقت پر واپس آ گئی تھی کیونکہ ٹھیک اسی وقت پسکی ایک بار پھر ٹام کو دیکھنے چلا آیا تھا۔ اس نے جب لیتر کو بستر پر لیٹے ہوئے دیکھا تو سر ہلاتا ہوا واپس ہوگیا۔

دوسری طرف ٹام اپنی جان بچانے کے لیے دوڑا چلا جارہا تھا۔ اندھیرے نے اس کی نقل و حرکت چھپا رکھی تھی اگر ذرا بھی روشنی ہوتی تو وہ اب تک گرفتار ہو چکا ہوتا۔ چاروں طرف سے جرمن گاڑیاں اس کی تلاش میں دوڑ رہی تھیں اور وہ چھپتا چھپاتا بھاگا جارہا تھا۔ سڑک کے دونوں طرف برف کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ وہ ہر بار گاڑی کی زد سے بچنے کے لیے برف کے ڈھیر میں چھلانگ لگا دیتا اور چھپ کر بیٹھ جاتا۔ ایک بار وہ دوڑتے دوڑتے پانی کے ایک گڑھے میں جا گرا۔ یہ بھی اس کے لیے اچھا ہی ہوا تھا کیونکہ ٹھیک اسی وقت کئی جرمن موٹر سائیکل سوار بڑی تیزی کے ساتھ گڑھے کے برابر سے موٹر سائیکل دوڑاتے گئے تھے۔ وہ جس وقت گڑھے سے باہر نکلا تو اس کے بدن پر لرزے کی سی کیفیت تھی۔ موسم اتنا شدید تھا کہ سانسیں تک جمی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔ دوڑتے دوڑتے وہ ساحل کے پاس بنے ہوئے مکان کے دروازے تک پہنچ گیا۔ اسے یاد آ گیا کہ یہ مکان اس کے اسکول کے زمانے کے ایک ساتھی کا تھا۔ اس نے مکان کے دروازے پر دستک دی۔

دروازہ کھولنے والوں نے ٹام کو پہچان لیا...... وہ اس کے دوست کے والدین تھے۔ ٹام نے جلدی جلدی انہیں اپنی کہانی سنائی لیکن انہیں ٹام کی باتوں پر یقین نہ آیا...... وہ اسے ایک غدار کی حیثیت سے جانتے تھے پھر بھی انہوں نے اتنا کرم کیا کہ ٹام کو گھر کے پچھلے حصے میں بنے ہوئے لکڑی کے ایک کیبن میں چھپ جانے کا مشورہ دے دیا۔ ٹام دوڑتا ہوا اس کیبن میں داخل ہوگیا۔

اس کیبن میں داخل ہوتے ہی کئی گاڑیاں باہر آ کر رک گئیں۔ ٹام کا دل اچھل کر جیسے حلق میں آ گیا۔ اس نے اپنی سانسیں تک روک لی تھیں۔ وہ لوگ کچھ دیر تک ادھر ادھر کا جائزہ لینے کے بعد آگے بڑھ گئے۔ جرمنوں کے جانے کے بعد ٹام دوبارہ اس مکان میں داخل ہوگیا۔ اسے پناہ کی ضرورت تھی۔ اس کا پورا جسم لرز رہا تھا۔ اسے شدید بخار ہوگیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی بے پناہ سردی نے اس کا لہو تک منجمد کر دیا تھا لیکن گھر والے ابھی تک اس پر اعتماد کرنے کو تیار نہیں تھے۔ ٹام نے اپنے ساتھی سے درخواست کی کہ وہ جانسن سے جا کر اس کا حال کہہ دے۔ گھر والے جانسن کو جانتے تھے۔ وہ پورے ملک میں ایک عظیم محب وطن کی حیثیت سے مشہور تھا اور ایسا شخص کسی غدار سے دوستی نہیں رکھ سکتا تھا۔ اس لیے بہت ممکن تھا کہ ٹام بھی دراصل کچھ اور ہو اور لوگوں نے ابھی تک اسے غلط ہی سمجھا ہو۔ ٹام کا ساتھی کارز ٹام کی درخواست پر جانسن سے جا کر ملا اور اسے صورت حال سے آگاہ کر دیا۔ جانسن فوراً ہی ٹام کی مدد کے لیے روانہ ہوگیا۔ اس نے کارز کی غلط فہمی بھی دور کر دی تھی۔ کارز کو اندازہ ہوگیا تھا کہ اس کا دوست اپنے وطن کا کتنا بڑا جانثار ثابت ہوا ہے۔ الجھن یہ تھی کہ ٹام کو جانسن بھی اپنے گھر میں نہیں لا سکتا تھا وہ یہاں جرمنوں کی نگاہوں میں تھا۔ بہت ممکن تھا کہ اس کے گھر کی تلاشی بھی لی جاتی۔ اس لیے جانسن نے فیصلہ کر لیا کہ وہ ٹام کو اپنی دوست کیتھرائن کے گھر ٹھہرائے گا۔ اس کے گھر کی طرف جرمنوں کا دھیان نہیں جا سکتا تھا۔

جانسن نے بڑی ہوشیاری اور چالاکی کے ساتھ بچتے بچاتے ٹام کو کیتھرائن کے گھر تک پہنچا دیا۔ ٹام وہاں پہنچتے ہی نڈھال ہو کر گر پڑا...... پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس کا بخار تیز ہوگیا اور وہ غنودگی میں ڈوب گیا۔ کیتھرائن نے اس کی تیمارداری شروع کر دی۔ ٹام کو آرام اور سکون کی ضرورت تھی۔ وہ رات ٹام نے غنودگی کے عالم میں گزاری۔ دوسری صبح اس کی طبیعت کچھ بحال ہوگئی...... کیتھرائن نے اسے دودھ پلایا۔ دوا کھلائی اور خود مکان کا دروازہ باہر سے بند کر کے اپنے کام پر روانہ ہوگئی۔

اتحادیوں کے جہازوں کو اغوا کرنے والی مہم تو ناکام ہوگئی تھی لیکن جرمنوں نے پورے شہر کو ہلا کر رکھ دیا۔ پہرے اتنے شدید ہوگئے تھے کہ شام ہوتے ہی شہر بیرونی دنیا سے کٹ کر رہ جاتا۔ جرمنوں نے بے تحاشا گرفتاریاں شروع کر دیں۔ تقریباً ہر گھر کا کوئی نہ کوئی فرد جیل میں ٹھونس دیا گیا۔ بہت سے لوگوں نے اپنے گھر چھوڑ دیئے اور رشتے داروں کے ہاں چلے گئے۔ غرض کہ پورے شہر میں خوف و ہراس کی فضا چھائی ہوئی تھی۔ جیلوں میں بند قیدیوں پر مظالم اور بھی بڑھا دیئے گئے۔ نہ جانے کتنے لوگوں کو ہلاک کر دیا گیا اور کتنے ہی ظلم سہتے سہتے مفلوج ہوگئے۔ جرمنوں کو ان آدمیوں کی تلاش تھی۔ جنہوں نے جنگی جہازوں پر حملہ کیا تھا۔ لانچ کے تینوں مالکان بھی ابھی تک پھنسے ہوئے تھے۔ گرفتار ہونے والے سینکڑوں شہریوں کو روزانہ ان کے سامنے لایا جاتا اور انہیں شناخت کرنے کے لیے کہا جاتا اور وہ بے چارے ہر ایک کو باری باری دیکھنے کے بعد انکار کر دیتے۔ ان کے انکار کے بعد اور گرفتاریاں شروع ہو جاتیں۔

جانسن بھی عذاب میں مبتلا تھا۔ جنگی جہاز والے حملے میں وہ بھی اسٹارہم اور ہیگن کے ساتھ شامل تھا اور اسے اس بات کا خطرہ تھا کہ اگر وہ لانچ کے مالکان کے سامنے آیا تو وہ لوگ اسے پہچان لیں گے۔ ہر چند کہ ان تینوں کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی گئی تھی۔ پھر بھی وہ لوگ اس کی آواز کے ذریعے اسے شناخت کر سکتے تھے۔ جرمنوں نے شہریوں کے ناموں کی ایک طویل فہرست تیار کر رکھی تھی۔ باری باری ہر ایک کو اس شناختی پریڈ میں حصہ لینا پڑتا تھا۔ جانسن شہر سے بھاگ کر بھی نہیں

جا سکتا تھا۔ ایک دن وہ خود ہی شناختی پریڈ میں شامل ہوگیا۔ اس طرح اس نے بہت بڑا خطرہ مول لیا تھا لیکن اس کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں تھا۔ اپنے اعصاب کو برقرار رکھنے کا یہی طریقہ تھا۔ پریڈ شروع ہوئی تو وہ تینوں اس کے سامنے آ کر کھڑے ہوگئے۔ اس نے بڑی بے خوفی سے ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔ اس کی طرف کچھ دیر تک دیکھنے کے بعد انہوں نے انکار میں اپنی گردن ہلائی اور آگے بڑھ گئے۔ فہرست سے اس کا نام کاٹ دیا گیا تھا۔

اس دوران ٹام، کیتھرائن کے گھر ہی پر رہا تھا۔ کیتھرائن کی توجہ اور علاج سے اس کا بخار ختم ہوگیا تھا۔ جرمن چاروں طرف اسے تلاش کرتے پھر رہے تھے۔ وہ کیتھرائن کے گھر بھی نہیں رہ سکتا تھا۔ ہو سکتا تھا کہ جانسن کے حوالے سے جرمن وہاں بھی پہنچ جاتے۔ جانسن اور سنیڈ نے یہی فیصلہ کیا کہ جتنی جلدی اسے شہر سے نکال دیا جائے اتنا ہی خود اس کے حق میں بہتر ہوگا اس لیے انہوں نے ایک بار پھر اپنی جان کو خطرے میں ڈالا اور کیتھرائن کی مدد سے ٹام کو شہر سے باہر نکالنے کا منصوبہ شروع ہوگیا۔ انہوں نے سائیکلیں حاصل کیں اور بے فکرے نوجوانوں کی طرح سائیکل لہراتے ہوئے اس سڑک پر ہو لیے جو شہر سے باہر جاتی تھی۔ اس وقت اندھیرا اور بے پناہ سردی تھی اس کے باوجود جگہ جگہ جرمن فوجی کھڑے ہوئے تھے۔ وہ کسی نہ کسی طرح بڑی سڑک پر آ گئے۔ ان کا ارادہ صوفی کے والدین کے گھر جانے کا تھا۔ سائیکل چلاتے چلاتے ٹام کی حالت پھر خراب ہونے لگی۔ وہ اس قدر نڈھال ہو رہا تھا کہ راستے میں اسے کئی بار لیٹ کر تھوڑی دیر آرام کرنا پڑا تھا۔ بہرحال ان لوگوں نے صوفی کے گھر تک پہنچا دیا تھا۔ اس کے بعد واپس چلے گئے۔ ٹام کی حالت بے حد خستہ ہو رہی تھی۔ اس کے لیے اب کھڑا رہنا بھی دشوار ہوگیا تھا۔ شدید بخار نے ایک بار پھر حملہ کر دیا تھا۔ وہ بہت دیر تک مکان کے بیرونی گیٹ کے پاس کھڑا رہا پھر زمین پر بچھی ہوئی برف پر گر پڑا۔ مکان کے اندر سے لوگوں کے چیخنے بولنے کی آوازیں آرہی تھیں جس کا مطلب یہ تھا کہ صوفی بھی گھر پہ نہیں تھی۔ ٹام جانتا تھا کہ صوفی نے اپنے گھر والوں کو اس کے بارے میں کچھ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

نہیں بتایا تھا۔ وہ فارم ہاؤس آیا جایا کرتی تھیں وہ ٹام ایک غدار کی حیثیت سے مشہور ہو چکا تھا اس لیے اس نے مناسب نہیں سمجھا کہ کسی کو ٹام کے بارے میں بتایا جائے۔

ٹام بہ ہزار دقت اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس نے اپنا سر گھٹنوں میں چھپالیا اور بری طرح کانپنے لگا۔ کچھ دیر بعد مکان کا دروازہ کھلا اور صوفی کا باپ کسی کام سے باہر نکلا۔ اس نے جب ایک آدمی کو اپنے دروازے پر بیٹھے ہوئے دیکھا تو جلدی سے اس کے پاس آ گیا۔

''گسٹاپو میرے تعاقب میں ہے'' ٹام نے اٹکتے ہوئے بتایا۔ ''مجھے چند گھنٹوں کے لیے پناہ چاہیے''۔

''ٹھیک ہے'' صوفی کے باپ نے اپنا سر ہلایا۔ ''تمہارا باہر رہنا خطرناک ہے آؤ اندر آ جاؤ بستر تیار ہے''۔

اس طرح وہ صوفی کے گھر میں داخل ہو گیا جہاں اسے بہت آرام پہنچایا گیا۔ اس نے چند گھنٹوں کے لیے پناہ چاہی تھی لیکن اسے کئی ہفتوں تک رکنا پڑا۔ اس کی ایک تو یہ وجہ تھی کہ وہ شدید بیمار پڑ گیا تھا اور دوسری وجہ یہ تھی کہ جرمنوں کے لیے اس کے دل میں بے پناہ نفرت بھی موجود تھی۔ جبکہ اس کی ماں کمزور دل کی عورت تھی۔ اسے ہر وقت جرمن فوجی گھر کے آس پاس منڈلاتے ہوئے محسوس ہوئے تھے۔ اس دوران سنیڈ اور جانسن برابر اس کے پاس آتے رہے۔ وہ جرمنوں کی تازہ ترین سرگرمیوں اور خبروں سے اسے باخبر رکھتے تھے۔ صوفی نے بھی اس کی دیکھ بھال میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی تھی۔

ایک شام جب ٹام کی صحت بحال ہو گئی تو اس نے اپنی ماں کے گھر جانے کا فیصلہ کیا۔ وہ ملک سے رخصت ہونے سے پہلے آخری بار اپنی ماں سے مل لینا چاہتا تھا۔ اس نے اندھیرا ہونے پر سائیکل لی اور جورڈ کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس نے احتیاطاً اپنا پستول بھی اپنے ساتھ رکھ لیا تھا۔ ماں کے گھر کے پاس آتے ہی اسے گڑبڑ کا احساس ہونے لگا۔

گھر کے باہر کئی فوجی گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ اس نے اپنی سائیکل ایک طرف رکھی اور خود رینگتا ہوا گھر کے عقبی حصے میں پہنچ گیا۔ اندھیرے کی وجہ سے اس کی حرکت دیکھی نہیں جا سکی تھی۔ عقبی حصے میں ایک چھوٹی سی کھڑکی تھی جس کے ذریعے گھر کے اندر دیکھا جا سکتا تھا۔ اس نے پسکی کو دیکھا جو اس کی ماں کے پاس کھڑا ہوا اس کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔ اس کا لہجہ بہت نرم اور مصلحت آمیز تھا۔ جبکہ اس کی ماں اس کے بارے میں لاعلمی کا اظہار کر رہی تھی۔ بہرحال ان لوگوں نے زیادہ پوچھ گچھ نہیں کی اور واپس چلے گئے۔ اس سے یہ بات ظاہر ہو گئی تھی کہ وہ لوگ پوچھ گچھ سے زیادہ یہ دیکھنے کے لیے آئے ہیں کہ کہیں ٹام گھر میں چھپا ہوا تو نہیں ہے۔ بعد میں اس کی ماں نے بھی اس بات کی تصدیق کر دی۔ اس نے بتایا کہ جرمن کئی بار گھر میں آ چکے تھے۔ ایک بار خود اسے کوئنگ کے سامنے لے جایا گیا تھا۔ کوئنگ ناروے میں گسٹاپو کا سب سے بڑا آدمی تھا۔ اس کے نام کی دہشت طاری تھی لیکن اس نے بھی سوال کرتے ہوئے سخت رویہ اختیار نہیں کیا تھا۔ ٹام یہ بات اچھی طرح جانتا تھا کہ کوئنگ کتنا خطرناک دشمن ہے۔ وہ اشتعال میں آئے بغیر تشدد کا عادی تھا۔ اس نے ہزاروں بے گناہ لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ اس کے رویے سے اس کی ماں کو کسی غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے۔ وہ بے چاری بھی ٹام کی وجہ سے پریشانی میں پھنس سکتی تھی۔

اسٹارنم، ہیگین اور ان کے ساتھی پہاڑیوں میں پھنسے ہوئے تھے۔ ان کے لیے مصیبت یہ تھی کہ کھانے پینے کا سارا سامان ختم ہو چکا تھا اور وہ بھوکے مر رہے تھے۔ جانسن نے اتحادیوں کو ان کے بارے میں خبر دے دی تھی۔ انہوں نے ایک جہاز کے ذریعے کھانے کا سامان اس پہاڑی سے کچھ فاصلے پر پیراشوٹ سے اتار دیا تھا لیکن بدقسمتی یہ ہوئی کہ وہ پیراشوٹ تیز ہوا سے لہراتا ہوا بہت دور چلا گیا۔

خدشہ یہ تھا کہ کہیں اس پیراشوٹ پر جرمنوں کی نظر نہ پڑ گئی ہو۔ ایسی صورت میں وہ اندازہ لگا سکتے تھے کہ اتحادی کہاں چھپے ہوئے ہیں۔ یہ صورتحال چھپے ہوئے لوگوں کے لیے بہت خطرناک ہو سکتی تھی۔ اسی لیے ہیگین جرمنوں کی نقل و حرکت کا پتہ چلانے کے لیے اس طرف روانہ ہو گیا جہاں وہ پیراشوٹ گرا تھا۔ پہاڑی سے نیچے دور تک جنگل پھیلا ہوا تھا اور اس جنگل میں موسم کی شدت نے ہر طرف برف کی چادر بچھا دی تھی۔ اس نے ایک دو مقام پر روشنی کی کرنیں بھی دیکھیں۔ لیکن وہ انہیں چاند کی کرنیں سمجھ کر نظر انداز کر گیا۔ چلتے چلتے وہ ایک ایسی جگہ پر آ گیا جہاں ایک طرف ایک چھوٹی سی پہاڑی تھی اور اس پہاڑی کے سامنے ایک میدان تھا۔ اس کا اندازہ تھا کہ وہ پیراشوٹ اسی میدان میں اترا ہوگا۔

وہ دھیرے دھیرے اس پہاڑی کے پاس پہنچ گیا۔ اچانک اس کا پاؤں کسی پتھر سے ٹکرایا اور وہ خود پر قابو نہ رکھ سکا۔ اس نے سنبھلنے کی کوشش کی لیکن زمین پر گر کر لڑھکتا چلا گیا۔ اس کا گرنا بھی اس کے حق میں بہتر ہی ثابت ہوا۔ اسی وقت کئی گولیاں چلیں اور سناٹا چھا گیا۔ جرمنوں نے پورے علاقے کو گھیر رکھا تھا۔ ان کے حصار کو توڑ کر نکلنا بہت مشکل تھا۔ بہرحال وہ اتنی جلدی خود کو ان کے حوالے کر دینے کے لیے تیار نہیں تھا۔ اسے یہ بات معلوم تھی کہ اگر اس نے کھڑے ہو کر دوڑنا شروع کیا تو جرمن سوائے حکم دینے کے اور کچھ نہیں کریں گے۔ وہ اسے گولی اس لیے نہیں ماریں گے کہ انہیں معلومات کی ضرورت ہے اور مُردہ کچھ نہیں بتا سکتا۔

یہ سوچ کر وہ کھڑا ہو گیا اور پہاڑی کی سمت دوڑنا شروع کر دیا۔ اس کا اندازہ درست ثابت ہوا تھا۔ جرمنوں نے سوائے اسے رکنے کا حکم دینے کے اور کچھ بھی نہیں کیا تھا لیکن اس نے مڑ کر بھی نہیں دیکھا۔ بس اونچے نیچے راستوں پر بھاگتا رہا۔ دوڑتے دوڑتے اچانک اس کا پیر پھسلا اور اس بار وہ ایک تیز بہتے ہوئے نالے میں جا گرا۔ اس نے سنبھلنے کی کوشش کی لیکن نالے کا پانی اسے بہا لے گیا۔ کچھ دور جا کر پانی کا بہاؤ کم ہوا تو وہ کنارے پر آ گیا۔ تعاقب کرنے والے جرمن بہت پیچھے رہ گئے تھے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ انہوں نے ہیگین کا پیچھا چھوڑ دیا تھا۔ خطرہ سر پر منڈلا رہا تھا سامنے آبادی تھی۔ یہ لنگڈال کا علاقہ تھا۔ یہاں وہ پہلے بھی کئی بار آ چکا تھا۔ اس کی حالت بے حد خستہ ہو رہی تھی۔ وہ بھیگے بدن کے ساتھ نالے سے نکل کر لڑکھڑاتے قدموں سے آبادی میں پہنچ گیا پھر ایک مکان کے سامنے جا کر ڈھیر ہو گیا۔

لیتر نے اپنے والدین کے گھر جانا چاہا لیکن گسٹاپو نے اسے فارم ہاؤس چھوڑنے سے منع کر دیا۔ اس کا کہنا تھا کہ وہ ان لوگوں کے لیے دودھ اور مکھن فراہم کیا کرے۔ اسے روکے رکھنے کا اصل مقصد یہ تھا کہ اس سے مختلف اوقات میں پوچھ گچھ ہوتی رہے۔ اسی لیے پسکی وقتاً فوقتاً فارم ہاؤس آ جاتا اور مختلف انداز سے گھما پھرا کر ٹام کے بارے میں دریافت کرتا رہتا۔ لیتر ہر بار اپنی لاعلمی کا اظہار کرتی۔ اس کے بیان کے مطابق وہ جانتی ہی نہیں تھی کہ ٹام کیا کرتا پھر رہا ہے یا وہ دہرا کردار ادا کر رہا ہے۔ پسکی کو یقین ہی نہیں آتا تھا۔ اس کے خیال میں لیتر بہت کچھ جانتی تھی اور چھپانے کی کوشش کر رہی تھی۔

ایک دن پولیس کا مقامی سربراہ لیپ بھی تفتیش کے لیے لیتر کے پاس آ گیا۔ لیتر نے اسے بھی وہی جواب دیا جو اس نے پسکی کو دیا تھا۔ اس نے گھر کی تلاشی لینی شروع کر دی۔ لیتر بھی اس کے ساتھ ساتھ رہی۔ گھر میں جب کچھ نہ مل سکا تو وہ لیتر کو اپنے ساتھ اصطبل میں لے گیا جہاں فرش پر سوکھی ہوئی گھاس کے درمیان لیپ نے اسلحے کا ایک بڑا ذخیرہ تلاش کیا تھا۔ اس میں پستول، ریوالور، دستی بم اور کارتوس تھے۔ لیتر اس موقع پر لیپ سے نگاہیں نہ ملا سکی...... لیکن لیپ نے اس سے کچھ نہیں کہا اور واپس چلا گیا۔ البتہ اس نے بھی لیتر کو تاکید کر دی تھی کہ وہ فارم ہاؤس چھوڑ کر کہیں نہ جائے۔

اسٹارنم اور اس کے ساتھی نے ابھی تک اپنے منصوبے کو ترک نہیں کیا تھا بلکہ وہ جرمن جنگی جہازوں کو اغوا کرنے کی ایک اور کوشش کرنا چاہتا تھا لیکن الجھن یہ تھی کہ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

جرمن پورے علاقے میں انہیں ڈھونڈتے پھر رہے تھے اور کسی وقت بھی وہاں کے خفیہ مقام تک پہنچ سکتے تھے اس لیے انہوں نے اس جگہ سے کہیں اور منتقل ہونے کا منصوبہ بنالیا تھا۔ اس سلسلے میں سب سے زیادہ ضروری چیز کپڑے تھے۔ ان لوگوں نے فوجی کپڑے پہن رکھے تھے۔ اس لباس میں انہیں فوراً ہی شناخت کیا جاسکتا تھا۔ لہٰذا اسنیڈ نے اپنے ایک چاچا سے چالیس آدمیوں کے لباس سلوا لیے۔ ایک بس اور ایک کار کا انتظام کیا اور چھپے ہوئے لوگوں کو پہاڑیوں سے باہر لے آیا۔

یہ ان لوگوں کی زندگی کا سب سے خطرناک سفر تھا۔ ان کے جسموں پر ادھورے لباس تھے۔ کسی کو قمیص مل سکی تھی تو اس کی پتلون پرانی تھی۔ کسی کے پاس قمیص اور پتلون تھی تو اس کے پیروں میں جوتے فوجی تھے۔ کسی وقت بھی جرمنوں کو ان پر شک ہو سکتا تھا۔ انہیں ہر موڑ پر جرمن فوجی مل رہے تھے لیکن وہ فوجی یہ توقع بھی نہیں کر سکتے تھے کہ چھپے ہوئے جاسوس اتنی دلیری کے ساتھ بس اور گاڑی میں سفر کر سکتے ہیں۔ ان لوگوں کے ہتھیار بالکل تیار تھے اگر کسی موقع پر جرمن فوجی بس کی تلاشی کے لیے کہتے تو وہ لوگ اسلحے کی مدد سے ان پر حملہ کر سکتے تھے۔ یہ بات اور بھی خطرناک ہوتی لیکن وہ لوگ بے بسی کی موت نہیں چاہتے تھے انہیں لڑتے ہوئے ہلاک ہونا تھا۔

بالآخر وہ لوگ کئی دنوں کے سفر کے بعد لنگوارڈ پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ یہاں سے انہیں ایک جنگی جہاز کو اغوا کر کے برطانیہ پہنچانا تھا۔ اسٹارہم نے یہاں اپنے آدمیوں کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ یہ ان کی بدقسمتی تھی کہ جب وہ دونوں لانچیں جہاز کی طرف بڑھ رہی تھی تو جرمن جنگی طیاروں نے انہیں دیکھ لیا اور بمباری شروع کر دی۔ جس کے نتیجے میں ایک لانچ سمندر میں ڈوب گئی اور اس پر سوار لوگوں میں سے کوئی بھی زندہ نہ بچ سکا۔ دوسری لانچ کے لوگ بہ دقت ایک محفوظ مقام پر پہنچنے

میں کامیاب ہو گئے۔ ان لوگوں میں ہیگن بھی تھا۔

ٹام نے جب لانچ کی تباہی کی خبر سنی تو اس کا دل بیٹھ گیا۔ اس نے سمجھ لیا کہ ہیگن بھی اس حادثے کی نذر ہو گیا ہے۔ جب کہ حقیقت یہ تھی کہ ہیگن ہفیڈا سے کچھ فاصلے پر موجود تھا۔ ہفیڈا وہ جگہ تھی جہاں ٹام نے پناہ لے رکھی تھی۔

ناروے میں مقیم اتحادیوں کے ایجنٹوں اور مقامی جاسوسوں نے خطرہ مول لے کر کسی نہ کسی طرح ٹام کو سویڈن پہنچا دیا۔ یہاں اس کے ساتھ دشواری یہ پیش آئی کہ مقامی پولیس اسے کٹر نازی پرست سمجھتی تھی۔ اسی لیے اسے گرفتار کر کے جیل بھیج دیا گیا۔ اس جیل میں اس کے ساتھ کوئی سختی تو نہیں کی گئی تھی لیکن وہ مطمئن نہیں تھا۔ وہ اپنی ماں اور صوفی کو جرمنوں کے رحم و کرم پر چھوڑ کر چلا آیا تھا۔ اسے اندیشہ تھا کہ جرمن کہیں ان دونوں کے ساتھ تشدد نہ شروع کر دیں۔ وہ ہر وقت بے چین رہا کرتا تھا۔ یہاں کی قید کے بارے میں اسے تشویش نہیں تھی۔ وہ جب چاہتا متعلقہ لوگوں سے رابطہ پیدا کر کے یہاں سے نکل سکتا تھا اور یہی اس نے کیا بھی۔ کچھ دنوں کے بعد اس نے رہا ہونے والے ایک آدمی کے ذریعے برطانوی سفارت خانے کو ایک خط بھیج دیا۔ خط پہنچنے کی دیر تھی کہ پورا سفارت خانہ حرکت میں آ گیا۔ اسے جیل سے نکال کر بہت ہی عزت اور احترام کے ساتھ سفارت خانے پہنچا دیا گیا۔ برطانیہ سے اس کی دیکھ بھال کے خصوصی احکامات موصول ہونے لگے۔ یہ سب کچھ ہونے کے باوجود وہ اپنی ماں اور اپنی محبت کے لیے بے قرار تھا۔

☆☆

ٹام کو ایک خصوصی طیارے کے ذریعے لندن پہنچا دیا گیا یہاں بھی اس کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا گیا۔ اسے ایک اچھے سے مکان میں ٹھہرایا گیا اور اس کی دیکھ

بھال کی جانے لگی۔ مسلسل اعصابی دباؤ نے اس کی صحت تباہ کر دی تھی۔ پچیس برس کی عمر کا نوجوان بوڑھا دکھائی دینے لگا تھا۔ ایک دن وہ پارک میں بیٹھا تھا کہ سنیڈ کی نگاہ اس پر پڑ گئی۔ سنیڈ بھی سویڈن کے راستے برطانیہ آ گیا تھا۔ پہلے تو سنیڈ اسے پہچان ہی نہ سکا۔ ٹام پہلے والا انسان ہی نہیں رہا تھا۔

ٹام کو آزادی کی جنگ لڑنے والوں کی طرف سے بہت پریشانی تھی۔ اس کے ہم وطن ابھی تک موت اور زندگی کی کشمکش میں مبتلا تھے اور وہ خود لندن میں تھا۔ اسے یہاں ایک بہت اچھی نوکری بھی دے دی گئی تھی لیکن یہاں اس کا دل نہیں لگ رہا تھا۔ وہ محاذ پر کام کرنے کا عادی تھا۔ اس کے لیے بیٹھ کر نوکری کرنا مشکل تھی۔ اسے جاسوس کی اعلیٰ تربیت کے لیے اسکاٹ لینڈ بھیج دیا گیا۔ وہاں سے واپسی پر اسے انگلستان کے ہونے والے بادشاہ نے اپنے پاس بلایا اور اس کی بہت تعریف کی۔ پوری کابینہ نے اس کے جذبہ حب الوطنی کو سراہا۔ ٹام کے لیے یہ بہت بڑے اعزاز کی بات تھی۔ اس حوصلہ افزائی نے اس کے مرجھائے ہوئے دل کو پھر توانا کر دیا۔ وہ اب اس قابل ہو گیا تھا کہ دوبارہ ناروے جا کر اپنے وطن کی خدمت کر سکے۔ اس کا وطن ابھی تک جرمنوں کے چنگل میں تھا۔

وطن کے لیے کام کرنے والوں نے ہمت نہیں ہاری تھی۔ ٹام کے چلے جانے کے بعد بھی اتحادیوں سے ٹرانسمیٹر پر رابطہ قائم تھا۔ یہ رابطہ ہیگن اور فریڈ کے ساتھ ایک آدمی نے قائم کر رکھا تھا۔ وہ دونوں ایک اونچی پہاڑی پر بیٹھ کر رابطہ قائم کیا کرتے۔ ان دونوں نے اپنی رہائش بھی اسی پہاڑی پر رکھی تھی لیکن ان دونوں کو یہ معلوم نہیں تھا کہ جرمنوں نے انہیں گھیرے میں لے لیا ہے اور وہ گزرنے والے ہر وقت کے ساتھ دائرہ تنگ کرتے جا رہے ہیں۔ ایک دن دونوں نے یہ فیصلہ کیا کہ اس پہاڑی کو چھوڑ کر کہیں اور چلا جائے۔ ایک ہی جگہ بہت دنوں تک رہنا ٹھیک نہیں ہے۔ یہ سوچ کر وہ پہاڑی سے نیچے اترے اور اسی وقت جرمنوں نے ان پر حملہ کر دیا۔

چاروں طرف سے گولیاں چلنے لگیں۔ ٹرانسمیٹر فریڈرک کے ہاتھ میں تھا۔ وہ ایک گولی سے زخمی ہو کر گر پڑا جب کہ ہیگن کو خوش قسمتی سے فرار ہونے کا موقع مل گیا۔ وہ بغیر سوچے سمجھے گھنے جنگل میں ایک طرف دوڑتا چلا گیا۔ گولیاں چلنے کی آوازیں آتی رہیں پھر وہ آوازیں رک گئیں۔ وہ ان سے بہت دور نکل آیا تھا لیکن اسے یہ اندازہ نہیں تھا کہ وہ کس طرف جا رہا ہے۔ سب سے پہلے تو اسے اپنے ساتھیوں سے مل کر انہیں یہ بتانا تھا کہ ٹرانسمیٹر جرمنوں کے قبضے میں چلا گیا ہے اور فریڈرک گرفتار ہو گیا ہے لیکن یہ بعد کی بات تھی۔ فی الحال تو اپنی جان بچانے کا مرحلہ اس کے سامنے تھا۔ اس لیے وہ دوڑتا رہا۔ جھاڑیوں اور جنگلوں کے درمیان اونچی نیچی پہاڑیوں اور چٹانوں کو پھلانگتا ہوا۔ ایک جگہ اس کا پاؤں پھسلا اور وہ دور تک لڑھکتا چلا گیا۔ سنبھلنے کے بعد اس نے کھڑے ہونے کی کوشش کی تو اسے احساس ہوا کہ اس کے ایک پیر کی ہڈی ٹوٹ چکی ہے۔ وہ بڑی مشکلوں سے گھسٹتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔ بالآخر ایک مکان کے پاس آ کر اس کی ہمت جواب دے گئی۔ اس نے دروازے پر دستک دی۔ مکان میں رہنے والوں نے اسے ضروری طبی امداد فراہم کی اور تقریباً دو ہفتوں تک اسے چھپائے رکھا۔ جب اس کی تکلیف کسی حد تک ختم ہو گئی تو اس نے سویڈن کی طرف جانے کا ارادہ کر لیا۔

اس دوران جرمنوں نے اس کی اصلیت جان لی تھی۔ انہوں نے جگہ جگہ پہرے کھڑے کر دیے۔ ہیگن کی تصویریں پورے ملک میں پھیلا دی گئیں۔ اس کی گرفتاری کے لیے انعام مقرر کر دیا گیا۔ یہاں پہنچتے ہی اسے اسپتال میں داخل کر دیا گیا تھا۔

اسپتال میں ملنے کے لیے سب سے پہلے ٹام آیا۔ وہ دونوں بہت دنوں کے بعد ملے تھے۔ ان دونوں نے ایک بار پھر ناروے جانے اور وہاں نیا ٹرانسمیٹر قائم کرنے کے منصوبے پر غور کرنا شروع کر دیا۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

☆☆

لیتر کی ماں کا انتقال ہو گیا تھا۔ اسے گاؤں جانے کی اجازت دے دی گئی لیکن گاؤں ہی میں اسے گرفتار کر لیا گیا۔ لیتر کا یہ خیال تھا کہ کچھ دنوں بعد اسے رہا کر دیا جائے گا لیکن گسٹاپو اب اسے چھوڑنے کے لیے تیار نہیں تھی۔ ان کو یقین تھا کہ لیتر بھی ٹام کی سرگرمیوں میں برابر کی شریک تھی۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ ایک ہی گھر کا ایک مکین ٹرانسمیٹر استعمال کرتا ہو اور دوسرے کو خبر نہ ہو۔ انہوں نے صوفی کی گرفتاری کے لیے بھی چھاپے مارے لیکن خوش قسمتی سے کچھ دنوں پہلے ہی اسے شک ہو گیا تھا کہ شاید گسٹاپو اسے گرفتار کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اس لیے اس نے نوکری چھوڑ دی اور اوسلو پہنچ گئی۔ جہاں سے وہ سویڈن جانے میں کامیاب ہو گئی۔ گسٹاپو اس کے فرار پر جھلائی ہوئی تھی لیکن اسے اس بات پر اطمینان تھا کہ لیتر ان کے قبضے میں آ چکی تھی۔

گسٹاپو نے لیتر پر ہر حربہ استعمال کر کے دیکھ لیا۔ لیکن اس نے ان کے کسی سوال کا جواب نہیں دیا۔ وہ بدستور اپنے آپ کو لاعلم ظاہر کرتی رہی۔ بالآخر انہوں نے لیتر پر تشدد شروع کر دیا۔ نفسیاتی حربے آزمائے گئے۔ اسے ذہنی اذیتیں دی گئیں۔ کئی کئی دنوں تک اسے سونے نہیں دیا گیا۔ دن بھر میں ہزاروں بار اس سے ٹام کے بارے میں پوچھا جاتا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کا ذہن ماؤف ہو گیا۔ اسے پتہ نہیں ہوتا کہ وہ کیا کہہ رہی ہے۔ اس کے احساسات ختم ہوتے چلے گئے۔ وہ اپنے حواس کھو بیٹھی۔ تنگ آ کر اسے جیل بھیج دیا گیا۔ اس کے بعد اس کا پتہ نہیں چل سکا۔

لیتر کی طرح ٹام کے دوسرے ساتھیوں کو بھی گرفتار کر لیا گیا تھا۔ ایک ایک کر کے سب لوگ یا تو فرار ہو گئے یا پھر جرمنوں کے قبضے میں چلے گئے۔

☆☆

جنگ ختم ہوئے بیس برس گزر چکے ہیں۔ ٹام کھڑکی سے باہر دیکھ رہا ہے۔ صوفی برابر والے کمرے میں سو رہی ہے اور ان دونوں کے دو بچے بھی گہری نیند میں ڈوبے ہوئے ہیں، لیکن ٹام کی آنکھوں سے نیند غائب ہے۔ اسے نیند بہت کم آتی ہے۔ پرانی یادیں اس کے تعاقب میں رہتی ہیں۔ اسے اپنے بچھڑے ہوئے دوست یاد آتے ہیں۔ جنگ ختم ہونے کے بعد اسے میجر بنا کر بڑے اعزاز کے ساتھ لندن سے بھیجا گیا تھا۔ ناروے میں بھی اس کا شاندار استقبال ہوا تھا۔ اس کے ہم وطنوں کو معلوم ہو گیا تھا کہ کس طرح ٹام نے غداری کے طعنے برداشت کیے تھے اور کس طرح غدار کہلوا کر وہ اپنے وطن کی خدمت کر رہا تھا۔ وہ غدار بن کر ملک سے باہر گیا تھا اور اب ہیرو بن کر واپس آ گیا تھا۔ پہلے اس کے جسم پر نازیوں کی وردی ہوا کرتی تھی اور اب اپنے وطن کی وردی تھی۔ اس شخص نے وطن کے لیے کتنی قربانیاں دی تھیں۔

وہ اپنی ماں کو فارم ہاؤس لے آیا۔ جہاں نئے سرے سے اس نے کام شروع کیا تھا۔ اس کی ماں کچھ دنوں کے بعد مر گئی تھی۔ صوفی سویڈن سے واپس آ گئی اور ان دونوں نے شادی کر لی تھی۔

اب اس بات کو بیس برس گزر چکے ہیں۔ ٹام کھڑکی کے پاس کھڑا سوچ رہا ہے کہ ابھی صرف ایک جنگ ختم ہوئی ہے۔ نہ جانے اس دنیا کو ابھی اور کتنی جنگیں دیکھنی ہیں۔ ابھی اور نہ جانے کتنے لوگ تباہ ہوں گے۔ ابھی اور نہ جانے کتنے دوست ایک دوسرے سے بچھڑ جائیں گے۔ کاش جنگ کرۂ ارض سے ہمیشہ کے لیے ختم ہو سکتی۔ اگر ایسا ہوتا تو زندگی کتنی پرسکون ہوتی۔ کھیت کتنے شاداب ہوتے اور زمین کتنی خوبصورت دکھائی دیتی۔

itsurdu.blogspot.com